DR ZAKIR HUSAIN LIBRARY

DUE DATE

Cl. No *Acc. No.*

Late Fine Ordinary Books **25 Paise per day.** **Text Book Re. 1/-** per day. Over Night Book **Re. 1/- per day.**

اظہار غم (189)

1901

[نہای]ت درجہ افسوس اور غم کے ساتھ بلدہ میں یہ خبر سنی گئی کہ حضرت ملکہ معظمہ کی [طبیع]ت علیل ہے۔ عید کی شام کو صرف چند عہدہ داروں کو اسکی اطلاع ہوئی مگر صبح کے جبکہ تمام لوگ عید کی نماز کیلئے مساجد میں جمع ہوئے تو اعلیحضرت حضور پرنور کا [حکم] پہنچا کہ حضرت علیا قیصرہ ہند کی طبیعت علیل ہے۔ دعا کی جائے۔ اور تمام [مسا]جد و معابد ہنود و زرتشتیان اور گرجاؤں میں دعا مانگی جائے۔ شام کو عیدکا دربار تھا [...]رسنے نو بجے کے قریب خبر وحشت اثر انتقال پر ملال ملکہ اعظم موصول ہوئی۔ [ج]ب یہ خبر پھیلی تو تمام شہر میں عجب اُداسی اور ملال کا عالم تھا۔ اوس شام کو [حضر]ت مدار المہام اور چند امراء کے صاحب عالیشان کے پاس تعزیت کیلئے [گئے] اور ایک سو ایک توپیں چھوڑی گئیں۔ شہر میں دکانیں بند ہو گئیں۔ ایک [...]ے لئے دفاتر بند کئے گئے جھنڈے سرنگون کئے گئے۔ نوبت نقارہ بند کیا گیا۔ اظہار غم کیلئے [...] لئے گئے۔

بیجہ : : بدولہ نے حکم دیا کہ تا اطلاع ثانی تمام فوجی افسر اپنے بازوؤں پر سیاہ کریپ لپیٹے رہیں نشان ماتم کے [...] حالات ہم نے اس رسالہ میں دوسری جگہ بیان کئے ہیں۔ جو دفن کا روز ہے تمام دکانیں بند رہینگی اور لوگ مناسب طریقہ پر اظہار غم کرینگے سیکڑوں برس سے ملک ہند میں ایسا سچا اور عام ماتم نہیں ہوا ہوگا۔

افسر

جلد ۵ (فروری سنہ ۱۹۱۰ء) نمبر ۲

کیولری افسروں کو چند ہدایتیں

ہر قسم کے اوپن فارمیشن سے ریلی کرنے کی پریکٹس ہمیشہ متواتر طور پر کرانا چاہئے مختلف چیزوں یا آبجیکٹ پر چھوٹے چھوٹے حملوں یا اٹیک کی مشق کرانی چاہئے اور لیڈر کو چاہئے کہ وہ صفائی سے فلینک ریلی کی سمت بتا دے۔

کالم سے اوپن آرڈر یعنی کھلے فاصلے پر سیدھی لائن میں پہلے ڈیل کرنے یا گھوم کے فلینک اور ریر اٹیک بہت ہی مفید ہیں اس مشق سے سپاہی چست و چالاک ہو جاتے ہیں اور ناگہانی واقعات کا مقابلہ کرنے کی جرات انمیں پیدا ہوتی ہے۔

یونٹس مین لڑائی کی نہایت ہی عمدہ قابلیت پیدا کرنے کے لئے انہین یہ بات ہدایت کرنی چاہیئے کہ ہر اٹیک کے بعد ہر ایک آدمی کو فوراً جدید کوشش کا امکان محسوس کرنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ اس سے تغیر حملہ کی خواہش ظاہر کی جائے اور اس سے فارمیشن ورانٹرول مین بھی تغیر پیدا ہو۔ یونٹس کو ان خیالات پر ترتیب کرنی چاہیئے۔ اور ڈرل کو مینوور کی ان ضرورتون کے لحاظ کرانا چاہئے جو میدان جنگ مین پیش آسکتی ہین۔

(۹) زبانی آرڈرون کا لینا اور دینا ایک کمزور بات ہے۔ تمام رینکس کو چاہیئے کہ وہ بہت بڑی صحت کے ساتھ اپنے آرڈرون کو دین اور لین اور اسبار ہ خاص مین میدان جنگ کی ضرورتون کے لحاظ سے اپنے آپکو تربیت کرین۔

یہ ایک عمدہ تجویز ہے کہ آرڈر دینے والے افسر کو زبانی آرڈر دہرانے آجائین مساوی طور پر یہ قاعدہ تمام رینکون مین جاری کیا جاسکتا ہے۔

(۱۰) جب رجمنٹین۔ برگیڈین اور ڈویژنین باہم ملائی جاتی ہین۔ تو اس وقت ڈرل کی ٹھیک سسٹم کا قاعدہ محسوس ہوتا ہے جس سے یونٹس یا سپاہیون مین تیزی اور مینوور کی لیاقت حاصل ہوتی ہے۔

(۴) اسکاڈرن مینوور

عموماً یہ تسلیم کافی طور پر کامل نہین ہے

لیڈروں کو چاہیے کہ اس کالم کے لئے اپنے اسکاڈرنوں کو پریڈ گراونڈ کے باہر لے جائیں۔

یہ ایک عمدہ تجویز ہے کہ رجمنٹیں کنٹونمنٹ کے اطراف و جوانب میں حسب ذیل اپنا کام کریں۔

(۱) ایک سکواڈرن شمال سے شرق کو جائے

(۲) ایضاً مغرب سے جنوب کو جائے۔

اور اسیطرح سے اپنا کام کرے۔

اسکاڈرنوں کو ہمراہ اپنا مقام بدلنا چاہیے اس طریقہ سے رجمنٹیں ان اضلاع سے واقف ہو جاتی ہیں جنمیں کہ وہ مقیم ہو جاتی ہیں۔ فی الحال اس تعلیم میں نقص ہے لیڈروں کو چاہیے کہ وہ اس امر کی کوشش کریں کہ انکی ہدایتیں حتی الامکان عملی ہوں یعنی عمل میں لائی جائیں۔ انہیں چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی ٹیکٹیکل اسکیم کے مطابق کام کریں جو پبلک کے لحاظ سے بنائے جائے۔ اور مینوورس کے وقت مختصر سرسری رپورٹیں لکہیں۔ ہیڈکوارٹری میں رجمنٹل باربرداری کو آزادی کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے تاکہ رجمنٹیں گہوڑوں کی حالت جانچنے کے لئے کافی طور سے حرکت کرسکیں اور انہیں اس بات کے دریافت کا پورا موقع حاصل ہو کہ ذراسی اطلاع اور آرڈر پر سپاہی حرکت کرسکتے ہیں۔

(۵) رجمنٹل ڈرل اور مینوور

جو ریاکس اسکاڈرن ڈرل اور مینوورپر کئے گئے ہین وہ یہان بھی لگائے جاسکتے ہین۔
بغیر آرڈر کے اسکاڈرن لیڈرونکو مناسب نہین کہ وہ اسکاڈرن کی چھوٹی چھوٹی
غلطیون کی اصلاح کرین۔
جو یونٹس پر تعلیم ہوتا ہے وہ رجمنٹ ہے۔
یہ اصول مساوی طور پر برگیڈ اور ڈویژنل ڈریننگ ہی لگایا جاسکتا ہے۔
یہ بات مانی گئی ہے کہ سوپیریر یونٹ مین شریک ہونے کے پہلے لوا ہونٹ کو
کافی طور پر تعلیم حاصل کرنی چاہیئے۔ اسکاڈرن لیڈرون کو اسبات کی اجازت نہین
دینی چاہیئے کہ وہ ایسی نصیحتین اور حکومتین کرین جنکی نسبت انہین کوئی حکم نہین دیا
گیا ہے۔ صرف کمینڈر کے وہ الفاظ زبان سے نکالنا چاہیئے جنکی اجازت دی
گئی ہے۔
عام غلطیان یہ ہین۔ رجمنٹل کمینڈر اپنے یونٹس کے بہت ہی قریب چڑھ جاتے ہین
غلطیان درست نہین کی جاتی ہین۔ ڈرل کو مینوورس کے ساتھ ملا دینے کا میلان ہے
اس بات کو روکنا چاہیئے۔
ڈرل اور مینوورس کے مابین لائین کھینچنے یعنی فرق کرنیکا عمدہ طریقہ ٹرمپیٹ کال
یعنی اسکاؤٹس آوٹ ہے۔ جب یہ کال پکاری جائے۔ تو تمام رینک اس کال کو
سمجھین۔ مینوورس کے سینیر افسر کا یہی منشا ہے۔ ڈرل کی غلطیان ضرور نہین کہ
وہ درست کی جائین۔ جب کبھی ممکن ہو تو انٹرویل یا وقفہ اختیار کرنا چاہیئے

لینسر جنٹلون کو چاہیے کہ وہ ڈرل کرین اور شمشیر زن یا سیبر جنٹلون کو

تلوارین واپس کرنا چاہیے -

چونکہ [illegible] میدان مین کہین

اور [illegible] استعمال کا موقع آتا ہے [illegible]

ایک ایسا [illegible] تلوار [illegible]

جیسے کہ ایک کیولری مین جنگلے پار کر کے کہوڑا [illegible] ہو

ہمیشہ [illegible] رکہنا چاہیے [illegible] جمع کر

وقت تلوارون کی باڑھ تیز کرنے کا موقع نہین ملتا ہے

یہی اصول [illegible] لگایا جاتا ہے۔ ڈرل اور [illegible] دونون مین

[illegible] کے استعمال کا میلان حد سے زیادہ ہے - اگر [illegible] ہو

یعنی [illegible] ہوا اور آب و ہوا اچہی اعتدال پر ہو اور زیادہ [illegible]

[illegible] ایسے مقام پر مین ڈپو یعنی [illegible] کے وقت فوج جمع کی جائے

تو اس حالت مین فارمیشن مفید ہے - مگر ہندوستان مین جہان کہ دہوپ

سخت ہوتی ہے اور ہمیشہ گرد و غبار چہایا رہتا ہے کلوز [illegible] فارمیشن ضروری

ہین۔ ان سے آدمیون اور گہوڑون کو پریشانی اور تکلیف عاید ہوتی ہے

اور آدمیون اور جانورون دونون کی روح پر اسقدر صدمہ پہنچتا ہے کہ جو لوگ

گرمیون کے دنون مین تپتے ہوئے سورج کے نیچے گہوڑون پر سفر کر چکے ہین

وہی اس تکلیف کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہین۔

جب نوجوان کیولری افسر فوج مین شریک ہون تو انہین رننگ رائیڈنگ کا پریکٹس بہت کچھ کرانا چاہیئے۔ اس طریقہ سے تو عملی علم انہین حاصل ہوگا وہ مابعد قدم اور رفتار کی دشواریون کے اندازہ کرنے مین بہت زیادہ مفید ثابت ہوگا۔ یہ قدم اور رفتار اسوقت بہت آسان معلوم ہوتا ہے جب بطور رائیڈر کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہین۔ ان نوجوان کیولری افسرون کو اوپن انٹروِل کی قدر و قیمت بھی معلوم ہوجاویگی بالخصوص اسوقت جبکہ وہ میدان مین پہاڑی ملک مین تیزی رفتار کے ساتھ چلینگے۔

نصرانی شرفا کی زندگی *

(بقیہ)

یہ بات بھی قابل بیان ہے کہ ان شرفا مین پسری اولاد ہمیشہ دختری اولاد سے کم ہوتی ہے جس کی وجہ سے اور نیز اس وجہ سے کہ لڑکی سے نسب چلنے کی رسم و رواج نہ ہونے سے بہت سے گھرانے ختم ہوجاتے ہین۔

عورتون کے ساتھ سلوک نکاح و شادی کے بعد یہ سوال فوراً پیدا ہوگا کہ مرد عورتون سے کیسا سلوک کرتے ہین اسکا جواب دینے سے پہلے مین اول یہ

* ایک لکچر جو ۱۲ ستمبر سنہ ۱۹۰۸ء کو عماد الملک بہادر دائمری ہائی اسکول گلبرگہ مین دیا گیا

یہ بات بیان کرنا چاہتا ہون کہ دنیا مین اپنا درجہ اور وجود قائم رکھنے کے لئے ہمیشہ قوت اثر
تلوار سے جنگ رہتی ہے۔ عورت کو بعض موقع ایسے پیش آتے ہین
کہ وہ مرد کے برابر زندگی کی کشمکش مین حصہ نہین لی سکتی۔ اس زمانہ مین وہ کمزور
ہوجاتی ہے مرد تمام امور کا مختار ہوجاتا ہے۔ چنانچہ اوسکی جسمانی قوت بڑھتی گئی
عورت کمزور ہوتی گئی اور سوسائٹی سے جدا ہونے لگی۔ مردون نے ایک
زمانہ مین عورتون کو اپنا غلام یا خادم فرض کیا۔ مگر مذہبی اور تعلیمی ترقی سے پھر
عورتون کی حالت سنبھلنے لگی۔ بہرحال ہر جگہ عورتون کا درجہ مردون سے بہت
کم سمجھا جاتا ہے۔ خاصکر قصبات اور دیہات کے شرفا مین یہ خیال زیادہ ہے
عورتین مردون سے علیحدہ رہتی ہین۔ اونکو چلنے پھرنے اور نکلنے کی آزادی
شہر کے عورتون اور دیہات کی عورتون کے برابر حاصل نہین ہے
اور تفریح کے سامان بھی کم ہین۔ تعلیم کی طرف سے بھی عموماً غفلت کیجاتی ہے
البتہ اب کچھ لوگون کو اسکا خیال ہونے لگا ہے۔ شہرون کے مقابل مین
عورتون کا لباس اور خوراک دونون کم درجہ کا ہوتا ہے مگر دیہات سے بہتر
ہوتا ہے۔ شہری شریف عورتین زیادہ تر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھی رہتی
ہین اور جو قدرے متمول ہین وہ کھانا پکانا سینا عار سمجھتی ہین۔ قصبات
مین برخلاف اسکے سب اندرونی کام اور انتظام عورتون کے ہاتھ مین ہے
ان مین جو صاحب جائداد ہین وہ مردون سے زیادہ منتظم ہوتی ہین اور

اونمین گھر کی سرداری کا اعلےٰ درجہ کا سلیقہ ہوتا ہے - شرم وحیا مین بھی یہ اپنی شہری بہنون سے بہتر سمجھی جاتی ہین - مگر جہالت یا کم علمی سے اوراسوجہ سے کہ اونکا دائرہ خیالات تنگ رہتا ہے بہت سے عیب انمین ایسے پیدا ہوگئے ہین جو بہت زمانہ کے بعد نکلین تو نکلین -

بیس تیس برس پہلے قصباتی شرفا کی بیبیان چرخا کاتنا اور گھر مین جہاڑو دینا تک عیب نہ سمجھتی تھین - کپڑے بہت موٹے جھوٹے پہنتی تھین - اب شہرون کے اثر سے یہ خیالات دور ہوگئے ہین اور زیادہ نفاست آگئی ہے قصباتی عورتون کو مذہبی تقریبات کا مثل اپنی ہندو بہنون کے مثلاً محرم - عید وغیرہ کے انتظام و اہتمام کا از حد شوق ہوتا ہے کنبے بلکہ برادری مین کسی کے مرنے پر جانا ضرور ہے اور جانا ہی نہین بلکہ دیر تک صاحب ماتم کے ساتھ خواہ اونکو مرے ہوے سے تعلق ہویا نہو پکار پکار کر رونا لازم ہے - کسی کے انتقال کے بعد جب سفر سے یا حضر سے نیا آدمی آئیگا خواہ ایک سال کے بعد ہو یا زیادہ تو صاحب ماتم عورت فوراً رونا - چلانا بین کرنا شروع کردیتی ہے - قصباتی مرد عورتون کو صرف اپنی خواہشات پورا کرنے کا ذریعہ نہین سمجھتے جیسا امرا یا بعض شہری لوگون کا شیوہ ہے بلکہ وہ اونکو اپنا ساتھی اور شریک رنج وغم سمجھتے ہین مگر اونکی عقل کو ادنی جانتے ہین اور زیادہ اوسکے پاس بیٹھنے کو نامناسب خیال کرتے ہین -

عورتون کے عادات

عورت کو اپنی اولاد سے خصوصًا بیٹے سے اور زیادہ تر بڑے بیٹے سے اور نالایق بیٹے سے عشق ہوتا ہے ۔ بیٹی ایسی ذلیل او ربار ہے کہ اوسکی پیدا ہونے سے کوئی خوشی نہین ہوتی بلکہ کنبہ والی عورتون کو رنج ہوتا ہے ۔ پھر بھی ماں اپنی بیٹی کی اتالیق ۔ صلاح کار ۔ استاد ۔ محافظ ۔ حاکم ۔ خیر خواہ سب کچھ ہوتی ہے اور شادی کے بعد بیٹی ماں کی جاسوس ہوتی ہے ۔ قصباتی بیبیون اور اونکے خاوندون مین جھگڑا بھی اکثر ہوتا رہتا ہے اور وہ زیادہ تر خاوند کے کاہل وجودی یا بے پروائی کا نتیجہ ہوتا ہے ۔ اور کمتر عورت کی ناقص العقل ہونیکا ۔ عورت کو میان سے انس بھی ہوتا ہے تو اسکا اظہار خلاف شرم سمجھا جاتا ہے ۔

قصباتی شرفا مین بلا مبالغہ سو مین ننانوے بلکہ زیادہ ایک سے زیادہ شادی نہین کرتے ۔ وہان عورت کو جسقدر خوشی بیٹے کے پیدا ہونے سے ہوتی ہے ویسا ہی زندگی کا سب سے بڑا رنج سوت کا ہوتا ہے جسکو وہ سوت ڈاہ کہتے ہین ایک سے زیادہ نکاح کرنا معیوب ہی نہین سمجھا جاتا بلکہ خاوند کے مرنے کے بعد عورتین دوسری شادی بدنامی کی وجہ سے نہین کرسکتین ۔ اِلّا ماشاء اللہ جوان مرد بھی اپنی بی بی کے مرنے کے بعد دوسری شادی کرے تو اوسکی پہلی بی بی کے کنبے والے اسقدر روتے اور پیٹتے ہین کہ شاید متوفیہ کے انتقال پر نہ روتے ہونگے ۔

آپس مین ملنے جلنے کا شوق عورتون کو مردون سے کچھ کم نہین بلکہ زیادہ ہی ہوتا ہے

وہ بیسون حیلے نکالتے ہین جنکی وجہ سے ایک جگہ جمع ہون اور یہ ظاہر ہے کہ ہر بار جمع ہونے مین خرچ ہوتا ہے۔ خواہ پیدایش ہو۔ دودہ چھٹانا ہو۔ بسم اللہ ہو منگنی ہو۔ برات ہو۔ رخصت ہو۔ موت ہو۔ محرم ہو۔ مولود ہو۔ اور خرچ حیثیت سے زیادہ ہوتا ہے پھر بہی انصاف کے خلاف ہوگا اگر یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ جس تقریب کو سو روپیہ کے خرچ مین کر سکتے ہین عورتین اوسی دھوم سے وہ کام پچاس ساٹھہ روپیہ مین کر سکتی ہین۔ کفایت شعاری عورتون کا خاصہ ہے عورتون کو جسقدر چاہئے صفائی کا خیال نہین اسکی وجہ یہ ہے کہ مردون کو اسطرف ذرا توجہ نہین ہے۔ مردون سے پہر بہی عورتون کو مکان کی صفائی کا خیال بہت زیادہ رہتا ہے۔ عورتون کی حالت جو بیان کیگئی ہے وہ اسقدر بری نہین ہے مگر بن بیاہی لڑکیان ایسی مصیبت مین ہوتی ہین کہ عورتون کے محاورے کے موافق "خدا دشمن کو نصیب نہ کرے"۔ مردون سے تو سب ہی کا پردہ ہے مگر ان لڑکیون کو باہر پھرنے والی عورتون ہمسے کنبہ کی عورتون سے غیر عورتون سے بلکہ قریب کے عزیزون سے پردہ رکہنا پڑتا ہے اور شادی کے بعد سالہا سال تک خود خاوند سے بہی گویا پردہ ہوتا ہے۔ انکے خیالات نہ تعلیم سے وسیع کئے جاتے ہین نہ اونکے پاس سوائے ذاتی قابلیت کے کوئی ذریعہ ایسا ہوتا ہے کہ گھریلو ہو کر خاوند کو خوش کر سکین یا گھر کا انتظام ہی کر سکین۔ بعض جنکو نالایق یا بدمعاش یا کاہل یا بے پروا خاوند ملتی ہین شروع

عمر سے گھٹ گھٹ کر اور جلکر افسردہ ہو جاتی ہین بلکہ مردہ سے بدتر ہو تی جاتی ہین
مرد کو عورت اور عورت کو مرد سے ایسا تعلق ہے کہ عمر بھر ایک کو دوسری کی بات
سے کے ساتہہ ہمدردی رکہنی ہے - مگر جسطرح مان باپ کو اس انتخاب مین کوئی
اختیار نہ تھا اسیطرح وہ اولاد سے بہی یہ قدرتی اختیار لے لیتے ہین -
میان بی بی کی زندگی ایک قرعہ ہے جسمین قیمتی چیز اتفاق ہی سے ملتی ہے
یہان کے سپید وسیاہ مین ہکو دخل جو ہے سو اتنا ہے کہ انکو بعد صبح کیا اور جسکو
جون تون شام کیا یہ ایک ایسا عیب ہے جو قصبات مین بہت ہے شہرون مین
کم ہے - مگر ہر جگہ ہے اور ہر جگہ اسکے نتائج برے ہین - مان باپ اپنے
فرائض کے ادا کرنے مین برابر کوتاہی کرتے ہین -

مہمان نوازی | ایک اور صفت جو قصبات اور اس سے بہی زیادہ دیہات
کے شرفا مین ہوتی ہے وہ مہمان نوازی ہے - اونکے درمیان کوئی اجنبی
یا مسافر چلا جاوے او سکو وہ بہوکا نہ رہنے دینگے - اور غیر ملک اور غیر دیس کے
آدمی کی زیادہ خبر گیری کرتے ہین - بہت سے مستحق اور غیر مستحق شخص
باہر سے آتے ہین اور مختلف بہیسون مین گداگیری مگر مہذب گداگیری کرتے
ہین - ہمارے قصباتی شریف خواہ خود گھر مین کہانے کو نہ ہو تو قرض لیکر بہی
چندہ مین شریک ہوتے اور انکی مدارات کرتے ہین - بہت سے اصلی
و مصنوعی واعظون ، مولویون - مرثیہ خوانون - مولود خوانون مسجد

بنانے والون - حاجیون - زائرون - سیدون - غریب الوطنون - افغانیون
ایرانیون - ترکون کا یہی کام ہے کہ وہ ان غریب لوگون کو ٹھگتے رہتے ہیں
اور یہ باہمت لوگ اپنی مقدور کے موافق کبھی ہمت نہین ہارتے - خصوصاً
ایک دو وقت بے تکلف کہا دینے سے تو کوئی بہلا مانس انکار نہ کریگا -
عورتیں اسبارہ مین مردون سے زیادہ سخی ہین کیونکہ وہ مردون سے
سریع الاعتقاد ہین بہرحال دہوکا دینے والے سے دہوکا کہانے والا
اوسیطرح بہتر ہے جیسے مظلوم ہونا ظالم ہونے سے بہتر ہے - اگرچہ
مناسب یہی ہے کہ آدمی نہ دہوکا دیوے اور نہ دہوکا کہاوے - مگر چونکہ
وہ زمانہ قریب ہے جبکہ بغیر غرض و مطلب کے دوسرے کو کہانا کہلانا ایک عجوبہ بات
سمجھی جاویگی - جبکہ مہمان نوازی ایک متروک لفظ ہوگا اور ذاتی منفعت
کے سوا آدمی کو دوسرا فکر نہ رہیگا اسلئے قصبات والون کی ان صفات
کی جسقدر تعریف کرین کم ہے -

تعلیمی حالت | ایک زمانہ تہا کہ ہم قصبات جہالت کا مرکز تہے اور اس
زمانہ کو زیادہ عرصہ نہین گزرا - اوس سے پہلے ایک اور زمانہ تہا جبکہ
بڑے بڑے عالم اور لائق شخص جو ہندوستان کی تاریخ مین نامور
گزرے ہین - حکیم اور مدبرین سلطنت اور وزرا - مشائخ - خوشنویس
شاعر اور باکمال لوگ انہین قصبات مین پیدا ہوئے تہے سلطنت کی

بدامنی - معاش کی فراغت اور معاش کی تنگی دونون نے قصبات والون سے علم لے لیا - جن لوگون نے کچھہ کمال حاصل کیا وہ شہرون کو چلے گئے اور قصبے سے نقل مکان کر گئے -

پہلے زمانہ مین جو تعلیم تھی [illegible] تعلیم [illegible] فیصدی شریف لڑکون سے زیادہ کو نہ ملتی تھی [illegible] کبوتر اور بٹیرین لڑانے یا کشتی کیا کرنے مین گزرتی تھی - خواندہ شخص کم تھے - فارسی عربی دان اوس سے بھی کم - مگر جو تھے اونکی لیاقت صحیح اور پختہ ہوتی تھی -

انگریزی عملداری کے آغاز مین تعلیم کی بہت قدر تھی مگر شرفا اوس تعلیم سے گریزان اور خایف تھے بلکہ غدر سنہ کے قبل جو بڑی عمر کے انگریزی دان ملتے ہین بعض لوگ اونکے خاندانی ہونے مین بہت شبہ کرتے ہین غدر کے بعد بہت تباہی آئی اور ملازمت کا دروازہ سنہ ۶۲ء تک بند ہو گیا اسکے بعد کچھہ زمانہ کی ضرورتون نے - کچھہ دہلی کے ایک بزرگ سید احمد خان بہادر کے سکھانے سمجھانے سے بعض قصبات کے مسلمان آخر وقت مین پیدا ہوئے کہ تعلیم حاصل کرین اور جنہون نے تعلیم حاصل کی اوس سے ثابت ہوا کہ مادہ قابل ان لوگون مین موجود ہے مگر جب یہ لوگ تعلیم کیطرف متوجہ ہوئے تو زمانہ بہت کچھہ سرک چکا تہا - انکی دولت

جواب دے چکی تھی تعلیم کے اخراجات بڑھ گئے تھے فیس اتنی لگ گئی کہ
پہلے ایک استاد اوس فیس مین رکھا جا سکتا تھا پوشاک وخوراک کے
اخراجات بڑھ گئے - طرہ یہ کہ جب تک تعلیم اعلے درجہ کی حاصل نہو اوسوقت
تک ملازمت مین پرسش نہین - باوجود ان سب رکاوٹون کے
میرا خیال ہے کہ ہندوستان کے قصبات مین اندرون قصبات تو نہین
کیونکہ وہان سامان ہی کافی نہین مگر باہر جا کر بہت سے نوجوان تعلیم
پاتے ہین ہوشیار ہوتے جاتے ہین عجب نہین کہ تیس چالیس برس
کے بعد انپڑھ یا جاہل شخص ملنا ایسا ہی مشکل ہو جائے جیسا کسی زمانہ مین
تیز فہم اور بہادر راجپوت یا خواندہ پٹھان یا بھولا مارواڑی عنقا تھا -
مین اس موقع پر اسبات کو بتانا چاہتا ہون کہ جو حالت اس مضمون مین
اوپر بیان کی ہے وہ اگرچہ ہر مقام پر صادق آتی ہے مگر یہ فوٹو شمالی
ہندوستان کے قصبات کا لیا گیا ہے - اور اسمین بھی مسلمان
سوسائٹی کا - تعلیمی حالت مین جو ترقی قصبات کے مسلمان مین
کچھ ہوئی ہے وہ بھی شمالی ہندوستان کے لئے مخصوص ہے -
میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جنوبی ہند مین یعنی دکن مین، بلدہ کو چھوڑ کر قصبات
مین تعلیم کا شوق والدین کو گویا کچھ بھی نہین ہے - ہندوؤن کو
بھی کافی شوق نہین مگر پھر بھی تھوڑا بہت ہے مسلمانون کو مطلق نہین ہے

فیس یہاں اسقدر کم ہے کہ نہونے کے برابر ہے۔ گورنمنٹ تعلیم کے لئے بہت کوشش
کرتی ہے۔ مگر یہان کے قصبات و دیہات کے لوگ اپنے تعصبات اور جہل
انکاری سے تعلیم سے فائدہ نہین اٹھاتے۔ یہان خود استادون کو لڑکون کو
مدرسے لانے کی کوشش کرنی پڑتی ہے۔ شمالی ہند مین لڑکا فوراً غیرحاضری
یا بے قاعدگی کرے تو اسکا نام خارج کر دیا جاویگا۔ یہان مساوات کا دار
و مدار تعلیم پر ہونے سے نتیجہ ہوا کہ یہی شخص ہون سے سکتے ہین بڑے سے بڑے
عہدے صرف تعلیم یافتہ لوگون کو ملتے ہین اور خاص کر کسی کا کوئی شخص کوئی
امتحان پاس ہو سکا تو نظر نہین آتا۔ برخلاف اسکے شمالی ہند مین ہزارون
آدمی مارے مارے پھرتے ہین اسکی یہ وجہ بھی نہین کہ یہان کے مسلمانون مین
قابلیت کم ہے۔ کیونکہ انمین وہی نسلین اور قومین ہین جو شمالی ہند مین آباد ہوئی
ہین۔ ترک۔ افغان۔ مغل۔ ایرانی۔ عرب۔ اور نومسلم۔ البتہ یہان
عرب اور حبش کے لوگ ایک زمانہ سے بہ نسبت شمال کے زیادہ آباد ہین
آب و ہوا کا اگر اثر سمجھا جاوے تو وہی اثر پونا کو مرہٹہ برہمنون اور مدراس کے
دراویدی لوگون پر بھی ہونا چاہئے۔ مگر وہ لوگ تعلیم کی طرف پورے متوجہ ہین
یہان ہر ایک صوبہ مین ایک ہائی اسکول ہے جسمین مشکل کی دو جماعتون
مین دس بارہ طلبا بمشکل سے موجود ہین شمالی ہندوستان مین اتنے بڑے
قصبے مین پچاس ساٹھ ہندوستان ضرور پڑھ رہے ہونگے۔ یہ بحث تو بہت

بڑھتا ہے اور بطور مجملہ معترضہ کے مین نے بیان کردی ہے - اور یہہ بھی سچ ہے کہ یہان تعلیم بے انتہا بڑھ رہی ہے - مگر میرا مطلب یہ تھا کہ لوگ دلی شوق سے تعلیم حاصل نہین کرتے بلکہ سرکار کے زور سے البتہ بلدہ مین خاصکر ملازمت پیشہ سفید پوش لوگون کو تعلیم کا بہت شوق ہے۔

مین اس مضمون کے زیر بحث سے قدرا دور جا پڑا ہون - میرا مطلب یہ نہین کہ یہان کی ہجو کرون بیشتر اور بھی - اور مسلمانان مدراس وصوبہ بنگال کی بھی ایسی ہی حالت ہے - میرا مطلب بیان کرنے یہ تھا کہ باوجودیکہ گورنمنٹ ہم قوم اور یہہ بان ہے مگر لوگ اسکے فوائدون سے ابھی تک پورا فائدہ حاصل نہین کرسکتے -

نتیجہ

قصباتی زندگی کا سلسل بیان تو یہ نہین ہے مگر بعض باتین جو اوس زندگی مین مخصوص ہین وہ اسوقت عرض کیگئی ہین - خلاصہ یہ ہے قصبات کے لوگ تیج قومون سے بڑا سلوک نہین کرتے - سرکاری حکام سے بیدار رہتے ہین مگر اب مقدمہ بازی کا شوق ترقی ہو گیا ہے - آپس مین ذرا ذراسی بات پر لڑتے ہین جسمین کا مادہ بھی نہین بہت ہوتا ہے اگرچہ اس خاص مضمون پر زور نہین دیا گیا ہے - بیاہ شادی ذات اور بڑی بوڑھی کا لحاظ کرتے ہین نہ کہ لیاقت - صورت شکل دولت کا - شادیون اور تہوارون مین

اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرتے ہین اپنے برابر کسی کو نہین سمجھتے وقت کا
بڑا حصہ بیکاری مین صرف کرتے ہین۔ مہمان نواز ہوتے ہین۔ دہوکا جلد
کہا جاتے ہین۔ مذہب مین پختہ ہوتے ہین۔ عورتون کے ساتھہ
برا سلوک نہین کرتے۔ مگر اونکی تعلیم اور ترقی سے بے پروا ہین بلکہ تعلیم نسوان
نا جائز سمجھتے ہین۔ صرف دینی پڑہنا خصوصًا لکہنا سکہین۔ اولاد کی تعلیم کی طرف
اس زمانہ مین کچھہ توجہ کر رہے ہین مگر دولت گہٹ گئی ہے اور خرچ تعلیم
بڑہ گیا ہے اسلئے زیادہ کامیابی نہین ہوتی۔ عمومًا دوسری ہمسر قومون
یا دوسرے اسلامی فرقون سے زیادہ تعصب و دشمنی نہین ہوتا مگر اب
لوگون کی شرارت سے پیدا ہوجاتا ہے۔ بیاہ شادی مین لڑکے
یا لڑکی کو انتخاب مین کسی قسم کی اختیار اون کے ہان حاصل نہین ہین
جس سے برے نتائج پیدا ہو رہے ہین۔ شادی ایک محدود گروہ
مین کرتے ہین جسکے نتائج حد درجہ مہلک ہین۔ ذات کے قیود مین مبتلا ہین
دہوکا دینے کی جگہ دہوکا کہانے کا مادہ انمین زیادہ ہوتا ہے۔
ساتھہ ہی اسکے عام چال چلن اور تکا برا نہین ہوتا۔ بد چلن آدمی خال
خال ہوتے ہین اور جو ہوتے ہین وہ بری نظر سے دیکھے جاتے ہین
البتہ جو قصبے بڑہکر شہر کی حیثیت مین ہوگئے ہین وہان بد اعمالی زور پکڑ
گئی ہے۔

یہ مختصر خاکہ جو کھینچا گیا ہے ممکن ہے بلکہ ضرور ہے کہ اسمین بہت سے
نقص اور خرابیان ہونگی۔ مگر ابتدا اسی طرح ہوتی ہے۔
آخر مین مضمون ختم کرنے سے پہلے مین یہ عرض کرتا ہون کہ قصباتی شریف
ہون یا شہری۔۔ رذیل ہون یا غیر رذیل۔ ہمکو ہمیشہ یہ دیکھنا چاہیے کہ
جو بات اچھی ہو اوسکو اختیار کرین جو بات بُری ہو اوسکو ترک کرین
جو بات بزرگون سے چلی آتی ہو وہ اگر اچھی ہے تو اس وجہ سے کہ پُرانی ہے
اوسکو ترک کرنا بے وقوفی ہے اور اونکی بیہودہ نقل سے فائدہ نہین۔
پُرانی بات یا اپنی عادت اگر دراصل خراب اور مضر ہے تو اُسکا چھوڑنا فرض ہے
مگر بُری باتون کا چھوڑنا مشکل اور جیسے شیر لانا یا ایلی پربت سے سمندر
مین پل باندھنا آسان ہے۔

نراہ اور راہ برندی ہر بر دو معذور راست
عشق کارے است کہ موقوف ہدایت باشد

غلام الثقلین

ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند مرحومہ کے
مختصر حالات

دنیا کی تاریخ مین ملکۂ معظمہ قیصرۂ ہند کی ذات عدیم النظیر ہے۔ جہانتک عالم مین تاریخ کا پتہ چلتا ہے کسی شاہنشاہ نے اتنی مدت دراز تک ایسے جاہ و حشمت خوش اقبالی - خوش انتظامی کے ساتھ ایسی وسیع سلطنت پر آجتک فرمان روائی نہین کی - اور اس زمانہ دراز مین جو جو حیرت انگیز ترقیان ہوئی ہین اسکی مثال نہین ملتی - ہم اس پرچہ مین مختصر حالات درج کرتے ہین - لیکن یہ حالات زیادہ تر انکی ذات سے متعلق ہونگے -

ملکہ کا بچپن:-

۲۴ مئی ۱۸۱۹ء کو پیدا ہوئین اور بچپن ہی سے ذہانت - جودت اور نیک دلی کے آثار نظر آتے تھے - ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات - والدہ نے ان کی تعلیم و تربیت مین کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا - اور یہ ساری لیاقت اور پاک نفسی - خوش اخلاقی اسی تربیت کا نتیجہ تھے - ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک دکان مین گئین اور ایک قیمتی گڑیا خریدی - دکان سے نکلتے ہی ایک بیکس فقیر نے دردناک لہجہ مین اس بچی سے سوال کیا فقیر کی یہ حالت دیکھکر بہت ترس آیا - اور اُسے

پاؤن دکان مین واپس گئی اور دکاندار سے کہا کہ مہربانی فرماکر اس گڑیا کو کل تک رہنے دیجئے مین خرید کرلے جاؤن گی ۔ اور اسوقت قیمت مجھے واپس دیجئے قیمت لیکر فوراً فقیر کے حوالہ کردی ۔ فقیر نے دل سے دعائین دین اور چلا گیا

شاہزادی وکٹوریہ ملکہ ہوئین

۲۰ جون ۱۸۳۷ء کو پچھلی رات چند معزز لوگ بہت تیزی کے ساتھ پریشان حالت مین کنگسٹن پہنچے ۔ اسوقت محل مین سناٹے کا عالم تہا ۔ انہون نے پہاٹک کہٹکہٹایا اور گھنٹی بجائے ۔ سوتے ہوئے نوکر نے دروازہ کہولا وہ اندر داخل ہوئے ۔ لیکن یہان اور انتظام کرنا پڑا کیونکہ نوکر نے آکر کہا کہ شاہزادی وکٹوریہ گہری نیند سو رہی ہین مگر انہون نے کہا کہ ہم ایک نہایت ضروری کام پر آئے ہین ۔ شاہزادی کو جگا دینا چاہئے ۔ چند منٹ کے بعد ملکہ ان کے سامنے خاموش کہڑی تہی اور آنکہون مین آنسو بہرے ہوئے تہے کہتے ہین کہ پہلی بات جو اسوقت ملکہ نے کی وہ یہہ تہی کہ آرچ بشپ سے یہ التجا کی کہ میرے لئے دعا کرو ۔ ممبران پریوی کونسل نے جب اطاعت اور وفا شعاری کی قسمین کہائین تو انمین ملکہ کا چچا بہی تہا ۔ جب بوڑہا چچا ملکہ کے سامنے گہٹنے ٹیک کر جہکا تو ملکہ نے کہا چچا تم مت جہکو ۔ مین اب بہی وہی تمہاری بہتیجی وکٹوریہ ہون ۔ اسکا جو اثر ہوا وہ تحریر سے باہر ہے ۔ ہر ایک شخص کی دل سے تحسین کی

آویزان تھیں۔

جلسہ تخت نشینی ۲۸ جون ۱۸۳۸ء کو نہایت شان و شوکت اور تجمل کے ساتھ ہوا اور تمام لندن مین ایک عجیب غریب سمان نظر آتا تہا۔ اور اطراف عالم سے لوگ آآکر جمع ہوئے تھے۔

شادی

ملکہ کی شادی پرنس البرٹ فرزند ڈیوک آف کوبرگ سے ۱۰ فروری سنہ ۱۸۴۰ء نہایت حسن وخوبی سے ہوئی۔ اگرچہ بہت سے شاہزادے ملکہ کے عقد کے خواہان تھے مگر یہ انتخاب سب سے بہتر رہا۔ اور ہم آگے چلکر بتائینگے۔ کہ پرنس البرٹ سے انگریزی قوم کو کیسے کیسے فائدے پہونچے۔

ملکہ کی حکومت اور صائب الرائی

اکثر لوگونکا یہ خیال ہے۔ کہ ملکہ محض برائے نام ملکہ تہین ورنہ تمام سلطنت کے کاروبار اور معاملات پارلیمنٹ و دیگر عہدہ دار سرانجام دیتے تہے مگر یہ خیال از سرتاپا غلط ہے۔ وہ ہمیشہ ملکی معاملات مین دخل دیتی تہین اور رائے زنی کرتی تہین۔ اور آخیر وقت تک اس کام کو وہ بذات خود کرتی رہین ابتدائے حکومت ہی مین چند واقعات ایسے پیش آئے کہ انہین اپنے وزرا سے رد وقدح اور مخالفت کرنی پڑی۔ ملکہ کی تخت نشینی کے وقت لارڈ ملبورن وزیر تہے۔ لیکن ۱۸۳۹ء مین انہین استعفا دینا پڑا سر رابرٹ پیل کی

وزارت ہوئی - ملکہ کو اسکا بہت رنج ہوا - کیونکہ ملبورن سے بہت خوش تہین
اول تو ملکہ یہی نہین چاہتی تہین کہ نئی پارلیمنٹ اور قائم ہو اور جب سررابرٹ پیل نے
یہ درخواست کی - کہ ملکہ اپنی مصاحب لیڈیون کو بدل دے - تو وہ بہت برہم
ہوئین اور سختی کے ساتہہ انکار کر دیا - یہ بہت نازک معاملہ تہا - طرح طرح
کی کوششین اور تدبیرین کی گئین - ملکہ کی برہمی کی کوئی انتہا نہ تہی - مگر آخرکار
مصالحت ہو گئی - بات یہ تہی کہ ان لیڈیون مین سے اکثر مخالف پارٹی کی
رشتہ دار اور عزیز تہین اور اسلئے نئی وزارت یہ کیونکر گوارا کر سکتی تہی
کہ مخالف پارٹی کا زور محل مین قائم رہے -

خیر یہ تو ابتدائی حالت تہی - لیکن حقیقت یہ ہے کہ قیصرہ نے اپنی لیاقت
اور دانشمندی سے اپنی سلطنت اور قوم پر سے بعض پرخطر مصیبتون کو رفع
کیا ہے اور اگر قیصرہ پارلیمنٹ سے سخت اختلاف نہ کرتین اور بعض اہم
معاملات کو اپنے ہاتہہ مین نہ لے لیتین تو سلطنت مین اندیشہ ناک تغیرات
پیدا ہو جاتے - مثلاً جب سنہ ۶۳ء مین پولنڈ اور روس مین لڑائی چہڑی
تو لارڈ پامرسٹن اور لارڈ رسل نے فرانس سے ملکر روس کی مخالفت
مین اہل پولنڈ کو مدد دینی چاہی - اگرچہ قیصرہ روس کے مخالف تہین - مگر
اس خاص معاملہ مین اونہون نے وزرا اور پارلیمنٹ کی سخت مخالفت کی
کیونکہ ادہر روس اور پرشیا مین باہم معاہدہ ہو چکا تہا اور قیصرہ اس معاہدہ کی

کیبنٹ پالیمنٹ سے بہتر سمجھتی تہین - اگر قیصرہ اس معاملہ مین مداخلت
نہ کرتین تو حالت نہایت خطرناک ہوجاتی اسیطرح ۱۸۶۱ء مین صرف قیصرہ کی مداخلت کی وجہ
سے امریکہ کی مملکت سے جنگ چھڑتے چھڑتے رہ گئی - اور ۱۸۶۴ء مین یورپ مین جرمنی سے
جنگ چھڑتے ہوتے صرف قیصرہ نے بچالیا - ڈنمارک کے معاملہ مین بہی یہی نتیجہ ہوا قیصرہ
ہرگز نہین چاہتی تہین کہ پرشیا اور آسٹریا کے خلاف ڈنمارک کا ساتھہ دیا جاوے اور یورپ
مین جنگ ہو کیونکہ وہ خوب سمجھتی تہین کہ اگر جرمن ڈنمارک پر قابض ہوگیا تو سمندر پر اسکی
بڑی قوت ہوجائیگی مگر پامرسٹن نے کیبنٹ کی متفقہ آرا سے قیصرہ کو مجبور کردیا - اور جب
لڑائی چھڑ گئی تو قیصرہ بہت بے چین ہین - اونکا ہرگز یہ منشا نہین تہا کہ جرمن سے جنگ
کی جاوے کیونکہ اسمین انگلینڈ کو سخت نقصان پہونچنے کا اندیشہ تہا - اور اسی لئے
اونہون نے پامرسٹن اور پارلیمنٹ سے مخالفت جاری رکہی اور خوب خوب زور
لگائے مگر پامرسٹن نے بہی کوئی دقیقہ اٹہا نہ رکہا - اور جب مسودہ جنگ
قیصرہ کی دستخط کے لئے پیش ہوا تو صاف انکار کیا اور پارلیمنٹ کی برخاستگی کی
دہمکی دی - غرض سخت مخالفتون کے بعد قیصرہ کامیاب ہوئین اور حقیقت یہ ہے کہ
اونہون نے اپنے استقلال اور ہمت سے مصائب سے انگلینڈ کو بچالیا - اسی قسم کے
بہت سے واقعات وقتاً فوقتاً پیش آئے جن سے قیصرہ کی دانشمندی صائب الرائی
اور لیاقت اور استقلال کا بین ثبوت ملتا ہے - لیکن ساتہہ ہی اسکے وہ کبہی بیجا
ضد نہین کرتی تہین اور معقول بات کو ہمیشہ مان لیتی تہین -

تمام ملکی معاملات پر خواہ اپنے ملک کے ہون یا مقبوضات کے غور کرتین اور حتی المقدور اُسکے متعلق پوری تحقیقات کرتین اور بقول لارڈ بیکنس فیلڈ کے قوت اسی کی ہے جسکے معلومات وسیع ہین" وہ اپنی سلطنت کے حالات سے باخبر رہنے کی کوشش کرتی تھین۔

پرنس البرٹ کا اثر وکٹوریہ اور انگریزی سلطنت پر

اسے بھی قیصرہ کی خوش قسمتی سمجھنا چاہئے کہ انہین ایسا لائق ۔ اور پاک طینت خاوند ملا پرنس نے نہ صرف امور خانگی اور دربار کی اصلاح کی بلکہ سلطنت انگلستان کو بے انتہا فائدہ پہنچایا مانا گیا کہ ملکی معاملات اُنسے بہتر کوئی شخص نہین سمجھتا تھا۔ اور اس امر خاص مین اونہون نے بہت سے نیک مشورے دئے بلکہ بہت سی ایسی باتین جن سے اہل انگلستان محض ناآشنا تھے خصوصًا قیصرہ پر انکا بہت اثر پڑا اور یہی وجہ تھی کہ دیگر مدبرین سلطنت سے ان معاملات کو بہتر سمجھتی تھین ۔ علاوہ اِسکے انہون نے بہت سی اصلاحین ملک مین کین یا اس قسم کے مفید کامون مین دل سے مدد دی ۔ مثلاً غلامون کی آزادی مین بہت کوشش کی ۔ اس مجلس کے پریسیڈنٹ ہوئی اور بہت موثر اور عمدہ تقریر کی تعلیمی معاملات مین بھی بہت دلچسپی تھی ۔ اور اسمین جیب خاص سے بہت سا روپیہ صرف کیا ۔ پرنس کبھی اپنا وقت بیکاری یا سستی سے ضایع نہ کرتے اور ہمیشہ کسی نہ کسی مفید کام مین مصروف رہتے ۔ اونکا ایک مشہور اور بڑا کام "نمائش گاہ" ہے ۔ گو آجکل "نمائش" ایک معمولی بات ہوگئی ہے ۔ لیکن اُس زمانہ مین بالکل نئی چیز تھی ۔ چنانچہ شروع مین

پالیمنٹ اور عام لوگون نے بہت مخالفت کی کہ لاکھون روپئے فضول ضایع ہو گئے۔
یہان تک کہ ایک ممبر پارلیمنٹ نے یہ دعا مانگی کہ خدا کرے اسپر بجلی اور اولے گرین
مگر یہ نمایش حسن و خوبی اور کامیابی کے ساتھہ ختم ہوئی مگر افسوس کہ اسکے بعد خلافت توقع
غدر ہند کا منحوس واقعہ۔ اور نیز دیگر خطرناک واقعات پیش آئے جس سے کچھہ دنون تک
اداسی چھا گئی۔
پرنس اور قیصرہ ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے۔ اور انکا زمانہ نہایت خوشی
کے ساتھہ بسر ہوا مگر پرنس کے مرنے کے بعد قیصرہ کچھہ ایسی افسردہ دل ہوئین کہ انکا
عمر بھر سوگ کیا

قیصرہ کے عہد مین ترقی

قیصرہ کی تخت نشینی سے لیکر ۱۸۴۲ء تک عام طور پر یہ خیال تھا کہ ملکہ کی سلطنت سر سبز
ہونے والی نہین کیونکہ اُس وقت انگلستان کی حالت خراب تھی تجارت کی کساد بازاری تھی
خزانہ قریب قریب خالی تھا۔ اور بقول کارلائل کی حالت نازک تھی لیکن فری ٹریڈ (آزادی تجارت)
کے ہوتی ہی تمام حالت بدل ہوگئی۔ جو قیصرہ کا عظیم الشان کام ہے۔
اس مبارک عہد مین سلطنت ہندوستان سے دو لاکھہ پچھتر ہزار مربع میل (جو ملک اسٹریا سے
زیادہ ہے) اور باقی ایشیا مین اسی ہزار مربع میل (جو جزائر برطانیہ کے برابر ہے)
اور دو لاکھہ مربع میل جنوبی آفریقہ مین (جو جرمنی کے برابر ہے) اور دس لاکھہ مربع میل شرقی
اور مغربی مین (جو نصف یورپ یا روس کے برابر ہے) اضافہ ہوا ہے جو درحقیقت

حیرت انگیز ترقی ہے اور اس وسعت سلطنت کے ساتھ انگریزی قوم بھی تمام دنیا میں پھیل گئی یعنے قریب ایک و ڑا انگریز کے دوسرے ممالک مین جا بسے۔
قیصرہ کے سال تخت نشینی اور دوسرے سال مین ڈاکخانہ۔ تار برقی اسٹیم انجن ریلوے وغیرہ مین بے انتہا ترقی ہوئی جس سے دنیا کی حالت مین ایک انقلاب عظیم پیدا ہوگیا۔ اب لندن سے امریکہ گویا ایک تہائی فاصلہ پر رہ گیا ہے۔ ہندوستان بجائے چالیس روز کے چودہ روز مین پہنچتے ہین۔ اور اسٹریا بجائے چھہ ماہ کے چھہ ہفتون ہی مین جا پہنچتے ہین۔ یہ ترقی نہ صرف مادی ہے۔ بلکہ اسکے ساتھہ ہی علمی اور عقلی ترقی بھی بہتیری چاہئے جسکا اندازہ اخبارات اور رسالات کے جلد جلد پہنچنے سے ہوسکتا ہے علاوہ اسکے بہت سی تمدنی اصلاحین ملک مین ہوئین۔ مثلاً کارخانون اور کانون کے متعلق جہان غریب مزدورون پر بہت کچھہ ظلم ہوتا تھا۔ اسیطرح مجرمون لاوارث لڑکون وغیرہ کی اصلاح کے لئے ایکٹ پاس ہوئے۔ لیکن ان تمام تمدنی ترقیون مین سب سے نمایان...

• عورتون کی ترقی

ہے انگلستان مین پہلے عورت کے لئے ایک گہوڑے کی گاڑی مین نکلنا معیوب سمجھا جاتا تہا۔ مگر اب یہ بالکل جاتا رہا ہے۔ پہلے کسی عورت اور مرد کا اکیلے یکجا ہونا بہت برا خیال کیا جاتا تہا لیکن یہ بات نہین رہی۔ پہلے عورتون کیلئے پولیٹکل معاملات مین دخل دینا معیوب سمجھتے تہے۔ مگر اب یہ خیال ہوا ہوگیا ہے

یا کالجوں میں تعلیم یافتہ ہو کر اسی طرح مختلف پیشے اختیار کرتے [illegible] عورتیں ملکوں
پر [illegible] سرکٹ [illegible] وغیرہ [illegible] ووٹ دے سکتی ہیں اور [illegible] ہو سکتی ہیں [illegible] کو
[illegible]
ممکن تھا [illegible] ہیں تو اس کی [illegible] نہیں ہو سکتیں۔ اگرچہ [illegible]
[illegible] پارلیمنٹ [illegible] تعلیم کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے
[illegible] عہدہ [illegible]
[illegible] عورت بیاہی جاتی تو [illegible]
مال کو ہاتھ تک نہیں لگا سکتی تھی۔ [illegible] اپنے مال کی خود مالک ہیں۔ ایک
زمانہ تھا کہ جب ایک [illegible] ایک [illegible] ہو تو [illegible]
ہوتی تھی کہ کھانا کھانا چاہا تو مالک مکان نے کہا [illegible] آپ ہی [illegible]
اپنے معاہدہ [illegible] تمام معاملات میں مردوں کے
[illegible] ملازمت۔ اخبار نویسی۔
ناول نگاری [illegible] سیاحت [illegible] طبابت۔ علمی [illegible]
میں [illegible] ان کے [illegible] دوش بدوش ہیں۔

قیصرہ کی ہمدردی ہندوستان

قیصرہ کو ہندوستان سے خاص دلچسپی تھی۔ اور جب کبھی ہندوستان پر کوئی مصیبت
نازل ہوتی تو اونہوں نے ہمیشہ ہمدردی ظاہر کی بلکہ بعض اوقات اپنے وزرا اور

انگریزی رعایا کے خلاف اہل ہند کی حمایت کی ۔ غدر کا زمانہ تیرہ و تاریک
اور منحوس زمانہ تھا ۔ ہر طرف ایک طوفان بپا تھا اور ظلم و ستم کی کوئی انتہا نہ تھی
انگلینڈ میں ہندوستانیوں کے خلاف سخت جوش پھیلا ہوا تھا ۔ اور انتقام
کی آگ شعلہ زن تھی ۔ تمام ہندوستانی بلا استثناء باغی اور گردن زدنی
خیال کئے گئے ۔ اسوقت جو خط قیصرہ نے وائسرائے لارڈ کیننگ کو
لکھی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ہندوستانیوں سے کسقدر ہمدردی
اور انکی طبیعت کسقدر اعتدال اور انصاف پر تھی ۔ چنانچہ وہ لکھتی ہیں کہ
لارڈ کیننگ کو یقین کرنا چاہئے کہ مجھے پبلک کے اس خلاف انسانیت جوش سے
جو بلا استثنا تمام ہندوستانیوں کے خلاف ظاہر کیا جاتا ہے نہایت افسوس
اور رنج ہے ۔ مگر یہ جوش چند روز رہیگا اور یہ اس ظلم و ستم اور ناقابل بیان دردناک
و بیرحمانہ سلوک کی وجہ سے ہے جو معصوم بچوں اور عورتوں کے ساتھ کیا گیا ہے
جس سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔ اور ایسے ظالمانہ کاروائی
کی سزا جتنی سخت ہو کم ہو اور گو یہ حادثہ کیسا ہی افسوسناک ہو ۔ مگر مجرموں کے حق میں انصاف
اور صرف انصاف ہونا چاہئے ۔ لیکن عام قوم پر (جو صلح پسند لوگ ہیں) اور بہت سے
مہربان اور دوست دیسیوں پر جنہوں نے ہماری مدد کی ۔ پناہ دی ۔ ہمارے
ساتھ وفادار اور صادق رہے نہایت درجہ مہربانی اور عنایت کرنی
چاہئے اونکو یہ جتا دینا چاہئے کہ ہمیں کالے چمڑے سے کسی قسم کی نفرت نہیں ہے

بلکہ ملکہ کی بڑی سے بڑی خواہش یہ ہے کہ وہ انہیں ترقی کرتا ہوا خود رحم و سرپرستی دیکھیں
غدر کے فرو ہونے کے بعد جو اشتہار ملکہ کی جانب سے ہند میں شایع ہوا اس سے
انصاف عدل ہمدردی و محبت ٹپکتی ہے اس اشتہار میں ملکہ نے خود اپنی قلم سے اصلاح
اور زبانی ہدایتیں کیں اور ایک خط لارڈ ڈاربی کو لکھا ہے جنہوں نے
اسکا مسودہ تیار کیا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قیصرہ کو ہندوستان کا
کسقدر خیال تھا۔ گو خود قیصرہ کو ہندوستان آنیکا اتفاق نہوا مگر انہوں نے
اپنے بڑے بیٹے کو جو اب شہنشاہ ہند ہیں یہاں بھیجا۔

اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ اردو زبان جو نہ علمی ور وسیع زبان ہے
اور نہ کہیں سواے ہندوستان کے ہے اور ضرورت پڑتی ہے خود علیا حضرت نے
بڑے شوق اور محنت سے سیکھی۔ اور اخیر میں اپنا روزنامچہ بھی اسی زبان میں
تحریر فرمایا کرتی تھیں۔ جو اہل ہند کے لئے نہایت باعث فخر ہے۔ خان بہادر منشی
عبدالکریم سی۔ آئی۔ ای آپ کے انڈین سکرٹری تھے۔ آپ کو جاگیر و
خطاب عطا فرمائے۔ اپنے محل کے قریب انکے لئے مکان بنوا دیا۔ اور اسقدر اعزاز
فرمایا کہ بڑے بڑے مقربین اور شاہی خاندان کے لوگ بھی اُن سے رشک و حسد
کرنے لگے۔ آپکو ہندوستانی باورچی یوسف علی نے جب ہندوستان آنے کی
خواہش کی تو بڑی عزت سے اسے رخصت کیا اور کئی سو بیگہ کی معافی کی عطا کی۔ قیصرہ
کی مٹر اور کھانا کھلانے والے لوگ سب ہندوستان کے تھے۔ اور نیز باڈی گارڈ میں بھی

ہندوستانی تھے - اہل ہند اسپر جسقدر فخر کرین بجا ہے - جو روسا و امرا و شرفا ہندوستان سے
جاتے تھے اون سے نہایت خوش خلقی اور عنایت سے پیش آتین - تھوڑا عرصہ ہوا جبکہ
بمبئی کے مشہور وکیل طالع یار خان اور اونکے ایک دوست پر انگلینڈ مین ایک
حادثہ ہوا تو خود علیا حضرت اونکا حال دریافت کرنے کے لیئے اون کی فرودگاہ
تشریف فرما ہوئین اور جب معلوم ہوا کہ حالت بہت نازک ہے تو واپس تشریف لے
گیئین اور تاکید فرمائی کہ مجھے ایک ایک گھڑی کی خبر سے اطلاع ہوتی رہے - اس
سے بڑھکر ایک شہنشاہ کی طرف سے اظہار محبت و ہمدردی کیا ہوسکتا ہے -

قیصرہ کی چند اور باتین

قیصرہ اس زمانہ مین سب سے قابل اور سب سے زیادہ صائب الرائے اسٹیٹس مین (مدبر سلطنت)
تھین اونکے آنکھون کے سامنے سیکڑون انقلابات ہوئے کئی وزارتین تبدیل ہوئین
خصوصًا پرنس البرٹ کی وجہ سے غیر ممالک کی پالیٹکس (امور ملکی) مین بڑا دخل
ہوگیا تھا اسپر تریسٹھ سال تک سلطنت کی ان تمام امور پر نظر کرنے سے یہ
معلوم ہوتا ہے کہ امور سلطنت مین اُن کی نظر بہت وسیع تھی انکو اپنے مقبوضات
ممالک غیر سے خاص دلچسپی تہی - اور ان معاملات مین زیادہ تر توجہ مبذول فرماتی
تھین - گو پرنس البرٹ کے وفات کے بعد کسیقدر گوشہ نشین ہوگئی تھین مگر ملکی
معاملات کو وہ خود ہی طے فرماتی تھین ملکہ نے اپنی ذات سے دنیا مین شاہی
قوت اور شاہی اعزاز کو عروج پر پہنچا دیا - اور صرف ملکہ کی وجہ سے شاہی سلطنت کو

جمہوری سلطنت پر تفوق ہو گیا۔

قیصرہ کفایت شعار بھی تھین ۔ چنانچہ اونہون نے اپنے والد کے قرضہ کو جو پچاس ہزار پونڈ تھا ادا کردیا۔ علاوہ اسکے اُن کی والدہ کا قرضہ الگ تھا۔ ایک مرتبہ جب ان بیٹی کہانا کہا رہی تھین تو ان کی رکابی کے پاس ایک بند لفافہ اونکے نام رکھا تھا۔ جب ان نے کہولا تو اُسمین اُنکے قرضہ کی ادائی کی رسید نکلی۔ وہ بہت سادہ طور سے رہتی تھین۔ اور اپنی کفایت شعاری کی وجہ سے بہت سے جائداد اپنی اولاد کے لئے پیدا کی۔ مسٹر رابرٹ پیل اپنی ایک تقریر مین کہتے ہین کہ پچھلے تین سال مین کرّہ ارضی کے دو نہایت قوی شہنشاہ یہان تشریف فرما ہوئے ایک تو شہنشاہ روس اور دوسرے شاہ فرانس۔ انکی وجہ سے لامحالہ اخراجات مین بہت بیشی ہو گئی۔ لیکن علیا حضرت نے اپنی دانشمندانہ کفایت شعاری سے جو حقیقی شوکت ہے ایک نہایت شاندار استقبال ور دعوت دی گر ملک پر ایک حبّہ کا بوجہ نہ ڈالا۔ جب مجہے اوسوقت علیا حضرت کی طرف سے اِن ناگہانی اخراجات کے لئے ایک شلنگ کی منظوری کی بہی ضرورت نہین۔ اور یہ صرف علیا حضرت کی اعلیٰ قابلیت کا ثبوت ہے باوجودیکہ انہون نے اسپر اصرار کیا کہ یہ مہم ایسی شان وشوکت سے سرانجام پائے جو ہمارے شان کے شایان ہے مگر قرض نام کو نہ لیا جائے۔

قیصرہ کی قابلیت۔ پاک نفسی۔ خوش اخلاقی اور دانشمندی مسلم ہے۔ اور آپکی وسعت سلطنت اور اس عہد کی ترقیون کی نظیر نہین ملسکتی۔ جس وقت آپ تخت نشین ہوئیں

ملک کی حالت بہت اندیشناک تہی - لیکن مرتے وقت کسقدر پر اطمینان و امن و امان چہوڑ کر گئین - اسوقت انگلستان کی سلطنت ایک معمولی سلطنت تہی مگر اب وہ روئے زمین کے ایک چوتہائی کی مالک تہین - غرض یہ کہ ہر لحاظ سے انکی زندگی بے مثل اور بے نظیر ہے -

مرثیہ بر وفات قیصرہ ہند

از عالی جناب سید محمد بے نظیر شاہ صاحب قادری چشتی

آسمان کیون گریۂ خونین سے گلگون ہو گیا * دامن اہل وفا کیون رشک جیحون ہو گیا
گلشن آفاق کیون پر خار ہامون ہو گیا * کسلئے ہر ذی حکم فرہاد و مجنون ہو گیا
کیون زمین و آسمان پر یاس سی چہائی ہوئی
سارے عالم پر سے یارب کیا بلا آئی ہوئی

کیا ہوئے وہ چہچہے شورِ عنادل کیا ہوا * کیا ہوئے وہ ولولے افسوس دل کیا ہوا
مہر تہا جس سے خجل وہ ماہِ کامل کیا ہوا * گردشِ ایام کا وہ نقدِ حاصل کیا ہوا
کیا ہوئی وہ شمع جسکی روشنی تہی دہر مین
کیا ہوا وہ جلوہ جسکا شور تہا ہر شہر مین

اے فلک تجھ پہ یہ کیون ابر سیہ چھایا ہوا * قلزم آلام ہے کیون جوش مین آیا ہوا
ناوک غم سے دل عالم ہے برمایا ہوا * کیون زمانہ پھر رہا ہے آج گھبرایا ہوا
بدر کامل یک بیک کیونکر گہن مین آگیا
یا الٰہی آج یہ اندھیر کیسا چھا گیا

خاک مین کیون مل گئے ارمان حسرت کیا ہوئی * روز و شب کی وہ نوید بزم عشرت کیا ہوئی
وہ صلائے عام جشن جم وہ شہرت کیا ہوئی * وہ جلال وہ صدائے کوس نصرت کیا ہوئی
غیرت بال ہما تھے جو پھریرے کیا ہوئے
چرخ ہفتم پر جو لہراتے تھے جھنڈے کیا ہوئے

وہ نسیم صبحدم وہ موسم گل کیا ہوا * وہ صدائے غنچہ و انداز سنبل کیا ہوا
نغمۂ صوت ہزار و ذوق بلبل کیا ہوا * خندۂ جام شراب و شور قلقل کیا ہوا
کیا ہوئے وہ ہمصفیران چمن کے چہچہے
کیا ہوئے وہ ہمنوایان وطن کے قہقہے

ہائے وہ شہرون کی چل پل اور وہ آبادیان * بے سبب بھی ہر گلی کوچے مین گھر گھر شادیان
وہ امنگین منچلون کی اور وہ آزادیان * آتے جاتے امن و راحت کی مبارکبادیان
ہائے وہ جلسے وہ ایام مسرت کیا ہوئے
وہ مزے وہ رنگ تھے کسکی بدولت کیا ہوئے

*

جسکے خادم قیصر و فغفور تھے وہ کیا ہوا * کارنامے جسکے یون مشہور تھے وہ کیا ہوا
جس سے شاہان جہان مجبور تھے وہ کیا ہوا * جسکے زور و زر پہ ہم مغرور تھے وہ کیا ہوا
جسکا دامن تھا اپنا وہ یہان سے چل بسا
قدردانِ جان نثاران اس جہان سے چل بسا

کھو لکے بیٹھو نے لے آج ای ہندوستان * ہر محبتی اہیرس کی قدردانی اب کہان
مل چکا ایسا مربی ہمکو ایسا قدردان * تا قیامت دیدۂ پرنم رہینگے خون فشان
ہائے کیا شکوہ کرین ہم گردش ایام سے
منہہ کو آتا ہے کلیجہ پر کسی کے نام سے

ابتدائے خلقت آدم سے لیکر آجتک * کسنے پایا یہہ عروج و دبدبہ زیر فلک
وہ شکوہ سلطنت وہ سازوساماں کی چمک * چھپتی تہی جسکے آگے چشم گردون کی پلک
اطلس گردون یہان ایک فرش پا انداز تھا
کسقدر اِس عہد دولت پر فلک کو ناز تھا

*

ہائے وہ شان و شکوہِ خسروانی کیا ہوئی * میکسم توپون کی وہ آتش فشانی کیا ہوئی
ہر طرف جنگی جہازونکی روانی کیا ہوئی * صولتِ جم سطوتِ صاحبقرانی کیا ہوئی
یہ تو سب ہے پر وہ مہرِ اوجِ عزت اب کہان
رات دن دولت بڑہے گو پر وہ دولت اب کہان

اس ہمایون عہد پر نازان تھے کیا اہلِ کمال * ٹوکتا طفلِ دبستان کو فلاطون کیا مجال
وہ ترقی علم و فن کی اور تہذیبِ خیال * ہوگیا ممکن وہی کہتے تھے سب جسکو محال
باکمالون نے یہ اعجاز و کرامت بھر دیا
صنعت و ایجاد کو تصویرِ قدرت کر دیا

ہے کسی جا صبحِ صادق تو کسی جا شام ہے * فتح کہتے ہین اسے اقبال جسکا نام ہے
اسقدر توسیع پر خلقت کو یہ آرام ہے * شہدِ لطفِ خاص سے ہر ایک شیرین کام ہے
شیر نے اس عہد مین بزکو ستایا ہی نہین
ایسا دورِ معدلت سُننے مین آیا ہی نہین

چوگنا رقبہ بڑھا اس عہد مین اقلیم کا * اور محاصل مملکت کا بیس حصہ سوا
ہر مجسٹی رہ چکین ترسٹھ برس فرمانروا * ذٰلِكَ فَضْلٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ يُؤْتِي مَنْ يَشَاءُ
کس لئے وہ سلطنت آفاق مین یکتا نہو
مہرِ تابان جسکی حد مین آجتک ڈوبا نہو

سیکڑون جانب ہوئی اس عہد مین لشکرکشی * ہر طرف اللہ نے صورت دکھائی فتح کی
فتح کرکے دیدئے اپنی طرف سے ملک بھی * سب ملے اقبال و ظفر اللہ رے حُسنِ نیتی
جنگ کے وہ کارنامے اور وہ فتحِ مبین
مثل جسکا آجتک تاریخِ دنیا مین نہین

*

طائران ہمدم ہین زمزمہ سنج فراق * جاگزا ہین قمریون کو نعرہ ہائی اشتیاق
بینظیر اس ہجر سے احباب کو جینا ہی شاق * کر دعا پر ختم یہ مضمون درد افتراق

امپرس کو خلد مین اجر جزیل اللہ دے
وارث و احباب کو صبر جمیل اللہ دے

جان کا بیمہ

یا

لیف انشورنس

(۱) دنیا مثل حباب اور زندگی نقش بر آب ہے۔ قبل اسکے کہ موت لحظہ بھر کی مہلت نہ دیکر کام تمام کردے اپنے اہل وعیال کی فکر کرلو۔

(۲) بہت سے آدمی ایسے کہ جنکی تجارت فائدہ مند اور آمدنی کثیر ہوتی ہے وہ نہایت خوش گذرانی و چین و آرام کے ساتھہ بسر کرتے ہین اور اپنے اہل وعیال کو نہایت ناز و نعمت سی پالتے ہین اور بہت سی لوگ ایسے ہین جنکی آمدنی متوسط درجہ کی ہوتی ہے اور وہ متوسط درجہ کے خوش گذران ہوتے ہین مگر ان دونون قسم کے لوگون سے اکثرون کا یہ حال ہوتا ہی کہ جب موت سرپر آکھڑی ہوتی ہے اور لقمۂ اجل ہو جاتے ہین تو اپنے اہل وعیال کو جنکو نہایت آرام اور بےفکری ناز و نعمت سے پالا تہا کس مپرسی تنگی اور عسرت مین چھوڑ جاتے ہین اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اول تو اکثرون کو آئندہ کی فکر ہی نہین ہوتی اور بعض بعض کو ہوتی بھی ہے اور تھوڑا بہت پسماندہ اور جمع کیا بھی تو پھر اپنے بعض غیر معمولی اخراجات مین صرف کرنیکی ضرورت آن پڑتی ہے اور مال تو قابو مین ہوتا ہی ہے ضروری اور غیر ضروری ہر قسم کے اخراجات مین صرف کرکے پھر وہی خالی ہاتھہ ہو جاتے ہین۔

(۳) علم و تہذیب کی اشاعت نے جہان بہت مفید اور کارآمد چیزون کی بنیاد ڈالی جان کا بیمہ کرنے والی سوسائٹیون کو بھی ایجاد کیا جس سے امیر و غریب سب قسم کے لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو بیمین آدمی ماہوار یا سہ ماہی یا ششماہی یا سالانہ ایک خفیف سی رقم دیا کرے تو کمپنیان اسکی وفات کے بعد ایک معقول سرمایہ بلا پس و پیش اور بغیر بحث و تکرار کے اسکے اہل و عیال کے حوالہ کر دیتے ہین جسے وہ چاہین تو تجارت کا سرمایہ بنا سکتے ہین یا ایک مدت تک اس روپیہ سے بے فکری کے ساتھ بسر کر سکتے ہیں اور اسطرح ناگہانی فقر و فاقہ کی مصیبتون سے نجات حاصل کر سکتے ہین اور بعض صورتین ایسے بھی ہین جس سے تادم مرگ پنشن ملا کرتی ہے یا ایک مشت روپیہ اپنے حین حیات ہی مین ملجاتا ہے - اپنی اور اپنے اہل و عیال کی خبر گیری کے لئے یہ ایک نہایت یقینی اور فائدہ مند طریقہ ہے اور اسقدر یقینی ہے کہ آدمی صرف ایک ہی قسط کا روپیہ ادا کرکے خدانخواستہ وفات پائے اور لاکھہ روپیہ کے لئے بھی اگر بیمہ کرایا ہے تو پورا روپیہ بلا پس و پیش اسکے وُرثا کو ملجائیگا - ایک بنگالی لائر نے بیس ہزار روپیہ کے لئے بیمہ کرایا تھا ایک ہی سال کی قسط ادا کرنے کے بعد ناگہانی موت مر گیا اسکے ورثا کو بیس ہزار روپیہ بیمہ کا مع چار سو منافع کے ملا۔

(۴) غرض یہ کہ جب فائدہ اسقدر یقینی اور جب تم تہوڑی بہت رقم ادا کرنے سے

اپنی اور اپنے اہل وعیال کی آرام وآسائش کا یقینی بندوبست کرسکتے ہو تو پھر تم کو کون چیز مانع ہے۔

جلدی کرو۔ وقت جا چلیگا تو پچھتا نا کچھ فائدہ ندیگا۔ ایسے آسان اور یقینی صورتون کے موجود ہوتے ہوئے اور خصوصًا ایسی حالت مین جبکہ طاعون وغیرہ کی وجہ سے زندگی کا بالکل بھروسہ ہی نہین رہا ہے اپنے نازپروردہ اہل عیال کو یاس وحرمان کی حالت مین چھوڑجانا بہت بڑی سنگدلی اور بیدردی کی بات ہے۔

یہان پر مختصرًا باعتبار عمر کے ان رقمون کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایک ہزار کی رقم مرگ یا ایک عمر مقررہ پر حاصل کرنیکے لئے ادا کیجاتی ہے مثلًا ایک ۲۵ سال کی عمر کا آدمی ہزار روپیہ بعد مرگ حاصل کرنیکے لئے بیمہ کرائے تو قریب ۲۰ روپیہ سالانہ اور اگر ۴۵ سال کی عمر کو پہونچنے پر حاصل کرنا چاہے تو ۴۵ روپیہ سالانہ اور ۵۰ برس کو پہونچنے پر حاصل کرنا چاہے تو ۴۰ روپیہ سالانہ ادا کیا کرے۔ اسیطرح سے ہر ایک عمر کے لئے مختلف رقوم مقرر ہین ۵۰۰ روپیہ سے لیکر جسقدر روپیہ کے لئے چاہو بیمہ کرایا جاسکتا ہے

(۵) دولتمندون اور مالدارون کے لئے ایک دوسری فائدہ مند تدبیر اپنے مال کو دوچند کرنیکی ہے مثلًا کوئی شخص ایک ہزار روپیہ انشورنس کمپنی مین داخل کرے تو اس شخص کو مرضی کے مطابق بعد وفات یا ایک

عمر مقیدکو پہونچنے پر دو ہزار روپیہ علاوہ منافع کے دینے کا اقرار نامہ لکھدیا جاتا ہے اس میعاد مین اگر روپیہ کی ضرورت پڑے تو ساڑھے سات سو روپیہ تک قرض بھی دیا جاتا ہے ۔

مہذب ملکون (امریکہ اور یوروپ) مین ہر کس و ناکس ان سوسائٹیون کی بڑی قدر کرتا ہے ۔ کیسا ہی امیر و تونگر ہو اور کیسا ہی غریب و دست نگر ان سوسائٹیون مین شامل ہونے کو ضروری بلکہ وہان کے بڑے بڑے عقلمند فلاسفر عالی خیال مدبر اور پارلیمنٹ کے ممبران سوسائٹی کے وجود کو لازمۂ زندگی خیال کرتے ہین ۔ ان سوسائٹیون کے مقبول عام ہونے کو سمجھانے کے لئے یہان ایک انشورنس کمپنی کے املاک اور بیمہ کرانے والون کی تعداد درج ہوتی ہے جس سے آپکو معلوم ہوگا کہ لیف انشورنس کا کام وہان کسقدر مقبول عام ہے اور اس وجہ اس کمپنی کے ہاتھ مین کسقدر دولت جمع ہے ۔ اس کمپنی کا شمار دنیا کے عمدہ ترین کمپنیون مین ہے ۔ یہ کمپنی ممالک متحدہ امریکہ کے شہر نیویارک مین چون برس سے قائم ہے اس قلیل عرصہ مین اس کمپنی نے یہ حیرت انگیز ترقی کی ہے جو نقشۂ ذیل سے ظاہر ہے ۔ ساری دنیا مین اسکی ایجنسیان قائم ہین اس کمپنی نے ابتدائے قیام سے ابتک ۶½ کروڑ پونڈ کے قریب زندون اور ورثاء مردگان کو دیا ہے

(۲) نیویارک لیف انشورنس کمپنی سنہ ۹۹ء مین ۔

بیمہ کرائے ہوئے لوگون کی تعداد۔	۴½ لاکھہ	
مقدار مبلغ جسکے لئے بیمہ کرایا گیا۔	۲۲ کروڑ	سورن
سالانہ آمدنی۔	۱¼ کروڑ	سورن
املاک موجودہ۔	۵ کروڑ	سورن
منافع جو سنہ ۹۹ء مین بیمہ کرنیوالونمین تقسیم ہوا۔	۶ لاکھہ	سورن
رقم بیمہ جو سنہ ۹۹ء مین زندون اور ورثائے مردگان کو دیدی گئی۔	۵۰ لاکھہ	سورن

(۸) انشور (بیمہ) کرنے کا ایک اور فائدہ یہ ہے کہ انشور کا روپیہ قرضخواہوں کے تقاضون سے محفوظ و مامون رہتا ہے اور اس روپیہ سے خاص انشور کرنیوالے کے ورثا یا جس کیلئے وصیت کیجائے فائدہ اٹھا سکتے ہین ایک طرح پر قرضخواہ بھی انشورنس سے فائدہ اٹھا سکتے ہین یعنے جسکو قرض دیا ہے اسکے جان کا بیمہ کراکے کاغذات بطور ضمانت رکھے تو بیمہ کا روپیہ قرضخواہ وصول کر سکتا ہے۔ انشورنس کرنیوالون کو کمپنیان قرض بھی دیتی ہین چنانچہ سوا آٹھہ لاکھہ پونڈ سے زیادہ نیویارک لیف انشورنس کمپنی نے قرض دیا ہے۔

(۹) ان سوسائٹیون کے متعلق جملہ کیفیتین مسٹر لنگم مدلیار رباکات یونیورسل ایجنسی سے معلوم ہو سکتے ہین جنکو اس کام مین غیر معمولی معلومات حاصل

(۱۰) جن لوگون نے ابتک اپنی زندگی کا بیمہ نہین کرایا اونکو چاہئے کہ تمام کمپنیون کے
حسن و قبح کو ان لوگون کے مرتب کئے ہوئے جدولون سے جانچین جن کے
اغراض اُن سے وابستہ نہین ہین۔ اور پھر جو کمپنی پسند آئے اُسے اختیار
کرین دنیا بھر کے انشورنس کمپنیون کے پوست کندہ حالات سٹرن سند
لنگم مدلے آیار عرف بن بس مدلے آیا ر مالک یونیورسل ایجنسی بنگلور
جو اسوقت سکندرہ [illegible] ئے ہین مل سکتے ہین۔

(۱۱) نیز اِن لوگون کے لئے بھی جو اس سے پیشتر کسی کمپنی مین اپنی زندگی کا بیمہ کرا چکے
ہین یہہ ضرور ہے کہ وہ تحقیق فرماکر اس امر کا اطمینان کرین آیا وہ وہان اچھے رہے
یا برے۔ کیونکہ بہرحال پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ اور

مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

دستور المعلمین
حصہ سوم

یہ کتاب فن تعلیم میں مولوی خواجہ غلام الحسنین صاحب ایم - ایف - اے - پی پوسند یافتہ ٹرینینگ کالج لاہور کی تصنیف ہے - کسقدر عجیب بات ہے کہ معمولی پیشون کے سیکھنے میں تو ان کی محنت اٹھانی پڑتی ہے لیکن معلمی کا پیشہ جو نہایت اہم ہے اور جسپر ایک حد تک قوم کی تہذیب و شایستگی کا انحصار ہے اسکی طرف سے اسقدر غفلت اور لاپروائی کیجاتی ہے - اردو زبان میں اس مضمون پر اس سے بہتر کتاب نہین لکھی گئی مصنف نے فن تعلیم پر نہایت غور کے ساتھہ نظر ڈالی ہے اور ایک مدت کے مطالعہ اور نیز اپنے وسیع تجربے سے لکھا ہے - اور مضمون سبق - اسکی ترتیب و تشریح - امتحان اور سوالات کرنے کے طریقے مختلف مضامین کی تعلیم کے ڈھنگ تعلیم کا دلپذیر کرنا صفات معلم وغیرہ ابواب پر نہایت خوش اسلوبی اور سلاست کے ساتھہ بحث کی ہے اور استادون کو جابجا مفید اور کارآمد ہدایتین اور اشارات دئے ہین - اور اپنے مطالب کو ایسے آسان مثالون کے ساتھہ بیان کیا ہے کہ پوری طور پر ذہن نشین ہوجاتے ہین ترتیب اور طرز تحریر اس قسم کا ہے ایک نظر ڈالنے سے تمام مضامین پر عبور ہوسکتا ہے معلمین کیلئے اس سے بہتر کوئی کتاب نہین ہوسکتی شمس العلماء خان بہادر پروفیسر منشی ذکاءاللہ صاحب فیلو الہ آباد یونیورسٹی نے اسکی بہت تعریف کی ہے اور جناب نواب عماد الملک بہادر مولوی سید حسین بلگرامی ناظم تعلیمات حیدرآباد دکن نے بھی اسے پسند فرمایا ہے قیمت ۸ر حالی پریس ہمارے دفتر سے مل سکتی ہے -

اردو لٹریچر کی سب سے اعلی کتاب

یعنی

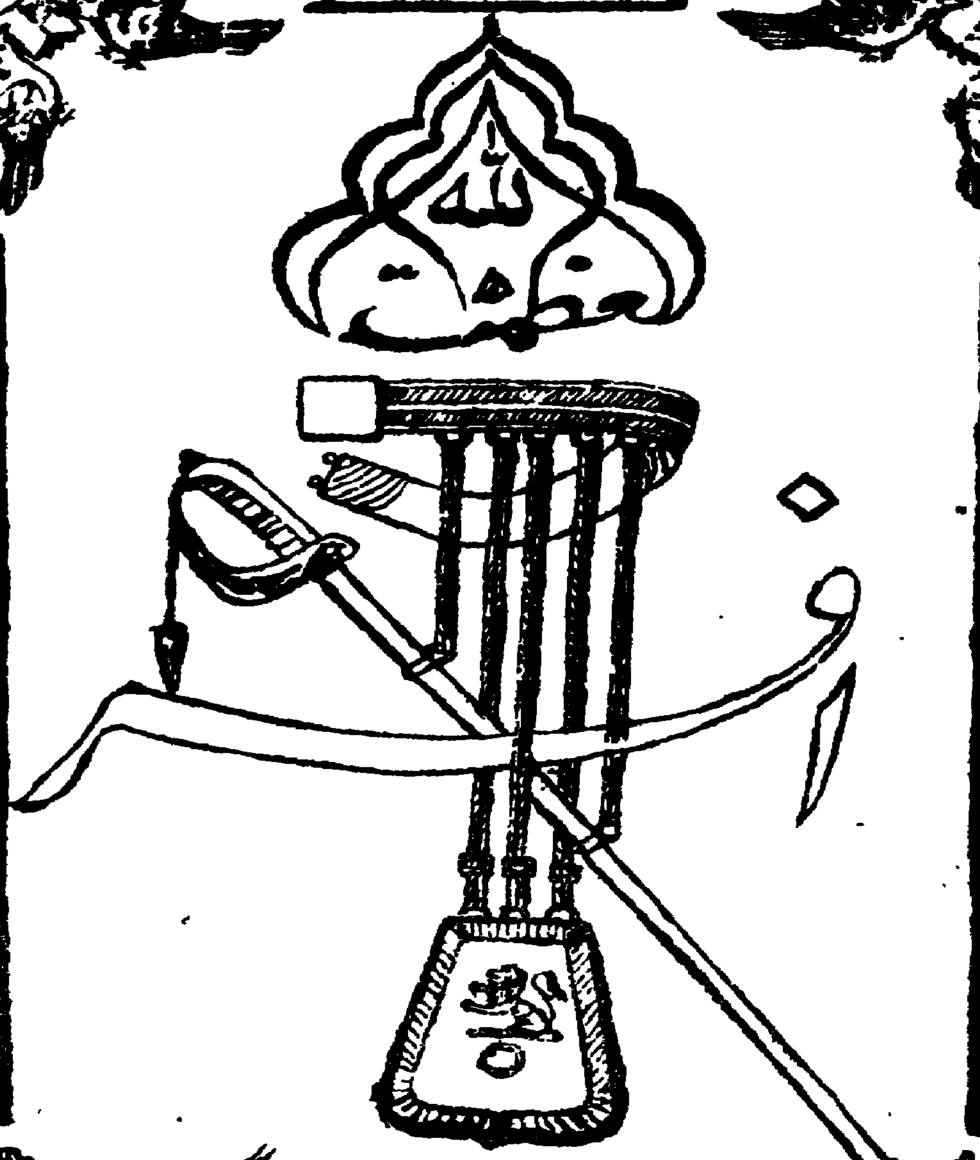
حیات جاوید

سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور کی سوانح عمری مولفۂ جناب مولانا حالی چھپ کر تیار ہے۔ اردو زبان مین ابتک ایسی بے نظیر کتاب نہین لکھی گئی اردو مین یون تو کئی عمدہ عمدہ سوانح عمریان لکھی گئی ہین لیکن اس کتاب کے دیکھنے سے صحیح طور پر معلوم ہوگا کہ ایک فلسفیانہ اور فاضلانہ سوانح عمری کسے کہتے ہین۔ یہ کتاب انیسوین صدی کا کارنامہ اور مولانا حالی کی معرکہ تصنیف ہے حجم قریب ایک ہزار صفحے کے ہے اور بحسب تفاوت کاغذ حسب تفصیل ذیل ہے۔

قسم اول عـــہ   قسم دوم صہ ۸/

قسم سوم ؏ہ ۸/ کلدار

یہ کتابین ہمارے پاس اخیر فروری تک پہنچ جائین گی



مطبوعہ حیدرآباد پریس متصل پل چادر گھاٹ
(بازار سیلی مسیان حیدرآباد دکن)

حضور پرنور

رسالہ افسر

۱ یہ رسالہ بسرپرستی عالیجناب میجر نواب افسر الدولہ بہادر
سی - آئی - ای کمانڈر انچیف افواج باقاعدہ و ایڈیکانگ
اعلیحضرت بندگانعالی متعالی خلد اللہ ملکہم
ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو شایع ہوتا ہے۔

۲ اس رسالہ مین ہر قسم کے علمی - اخلاقی - تاریخی فلسفی اور تمدنی و فوجی مضامین
درج ہونگے - عمدہ کتابون پر ریویو بھی لکھے جائینگے۔

۳ ہر ماہ سب سے عمدہ مضمون کے لئے ایک اشرفی نذر کی جائیگی بشرطیکہ
مضمون قابل انعام ہو۔

۴ قیمت سالانہ (للعہ) روپیہ ہے جب تک قیمت نہ آئیگی رسالہ جاری نہیں
ہوسکتا طالب علمون سے (سے) روپیہ لئے جائینگے۔

۵ مہربانی سے حضرات نامہ نگار اپنے مضامین صاف و خوشخط لکھا کر بھیجین۔

۶ اس رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت اڈیٹر سے ہونی چاہئے۔

عبدالحق - بی اے - ایڈیٹر

سول ملٹری کلب ملک پیٹھ
حیدرآباد دکن

افسر

جلد (یکم مارچ سنہ ۱۹ء) نمبر ۳

اصلاح تمدن

تہذیب کا دارومدار سوسائٹی پر ہے۔ جن قوموں میں سوسائٹی باقاعدہ قائم نہیں
ہوئی۔ اور جو مل جل کر متفقہ کوشش سے کام کرنا نہیں جانتیں۔ وہ درحقیقت نہ قوم کہلانیکی
مستحق ہیں نہ مہذب۔ مدنیت انسان میں فطرتی چیز ہے مل جل کر بیٹھنا اور آپس میں سلسلہ مواخات
اور اتحاد قائم کرنا اسکی طبیعت کا خاصہ ہے لیکن باہم چوپالوں میں بیٹھکر حقہ پینا قہوہ خانوں
میں بیٹھکر گپیں اڑانا یا کلبوں میں صرف کھیل کود اور ڈنروں پر اکتفا کرنا بلاشبہ کوئی اعلے درجہ کی
سوسائٹی نہیں ہے کیونکہ یہ چیزیں ادنے سے ادنے اور وحشی سے وحشی اقوام میں بھی پائی جاتی
ہیں۔ بلکہ مہذب سوسائٹی وہی کہلائی جائیگی جہاں علاوہ اسکے مل بیٹھنے کے کوئی نتیجہ بھی حاصل
ہو۔ مثلاً جہاں آپس میں ملکر اپنے معاملات کے نیک و بد اپنی طرز معاشرت کی اصلاح

اور اپنے کاروبار کی درستی اور اپنی قوم کی فلاح پر غور کرین اور عمدہ تجاویز سوچین اور اگر یہ نہین ہے تو اعلےٰ سے اعلےٰ کلب اور بہتر سے بہتر تھیٹر خانہ بھی ایسے ہی ہین جیسے گاؤن کے چوپال اور شہرون کے قہوہ خانے۔ تہذیب ایک بہت وسیع لفظ ہے۔ مین اس موقع پر بحث کرنا نہین چاہتا لیکن اتنا ضرور کہتا ہون کہ تہذیب ہر ایک ملک کی آب وہوا و طرز معاشرت کے لحاظ سے ہر قوم مین مختلف ہوتی ہے اور اِسلئے ضرور نہین کہ ایک ملک والا ہر ایک باتین خواہ مخواہ بلا سوچے سمجھے دوسرے ملک والے کی تہذیب کی نقل کرے۔ جبتک اسمین کوئی خاص فائدہ نہ دیکھے ایک انگریز کا ذکر ہے کہ وہ بغرض سیاحت جاپان گیا۔ وہان اوس نے ایک درزی کو کوٹ سینے کو دیا۔ اور نمونہ کے لئے اپنا پُرانا کوٹ بھی اُسے دیدیا۔ جب وہ سیکر لایا۔ تو وہ انگریز دیکھتا کیا ہے کہ کوٹ کی پشت پر ایک پیوند لگا ہوا ہے۔ آخر یہ معلوم ہوا کہ چونکہ اتفاق سے پُرانے کوٹ کی پیٹھ مین ایک پیوند لگا ہوا تھا۔ اسلئے درزی نے نئے کوٹ کو بھی پھاڑ کر پیوند لگا دیا۔

اسلئے جو لوگ بلا سوچے سمجھے کسی قوم کی تقلید کرتے ہین وہ درحقیقت اِس درزی کے مانند نقال ہین جب ہم کسی کی تقلید کرین تو ہمارا فرض ہے کہ یہ دیکھ لیوین کہ اسمین ہمارا کونسا فائدہ ہے کیونکہ دنیا کے کسی طبقہ مین خالص خوبی نہین پائی جاتی نقص اور عیب ہر جگہ موجود ہین اِسلئے تقلید کیوقت ہمین اسکا بہت بڑا خیال رکھنا چاہئے کہ جہانتک ممکن ہو خوبیون کو اخذ کرین۔ اور برائیون سے احتراز کرین اور اگر ہم اس امر کا خیال نہین رکھتے تو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم سے بڑا قوم کا دشمن اور ملک کا برباد کرنیوالا کوئی نہین ہے۔ ہماری مثال بقول ایک انگریزی مثال کے یہ ہوگی کہ چولہے مین سے نکلکر بھاڑ مین جا پڑے۔ لیکن ساتھ ہی اِسکے اِس امر کو بھی

خوب یاد رکھنا چاہئے کہ ہم دوسروں کی عمدہ باتیں اختیار کرنے میں عار نہیں کرنی چاہئے بلکہ نہایت خوشی کے ساتھ
قبول کرنی چاہئیں اور ویسا ہی خوشی کے ساتھ اپنے عیب کے ترک کرنے کی کوشش کرنی چاہئے
لیکن مختلف اقوام ممالک کی تہذیبوں میں فرق کیوں نہ ہو گا سب کا مقصد اصلی ایک ہے اور اسلئے ہمیں ہر وقت اس مقصد کو
پیش نظر رکھنا چاہئے گو اصلاح تمدن ایک اہم اور مشکل کام ہے جس قدر یہ اہم اور مشکل ہے اسیقدر نہایت ہی ضروری
و مقدم ہے اور جب تک تمدن کے ہر پہلو کی اصلاح نہ کیجائیگی قوم میں کامل اخلاق اور شائستگی
اور عالی دماغی پیدا نہیں ہو سکتی لیکن اس راستہ میں بڑی بڑی مشکلیں اور دل توڑ دینے والی
دشواریاں ہیں گویا کوہ غار اشگاف کا پھوڑنا اور دریائے ناپید اکنار کا عبور کرنا ہے۔

جہانتک غور کیا جاتا ہے مسلمانوں کے تنزل کا بڑا باعث تمدنی خرابی ہے یہ ایک ایسا گھن ہے جو اندر ہی اندر
کھوکھلا کئے دیتا ہے۔ اسلئے بہت جلد خبر لینی چاہئے۔ اور ہر پہلو پر نظر ڈالنی چاہئے اور جو رخنہ جہاں دکھائی
دے اوسے فوراً بند کرنیکی کوشش کرنی چاہئے ورنہ وہ رخنہ اتنا بڑا شگاف ہو جائیگا کہ پھر اسکا
بند کرنا آسان کام نہ ہوگا۔ اسوقت بیسیوں ایسے رخنے موجود ہیں جن کے اصلاح کی ضرورت ہے
اور جن کے متعلق مختلف مقامات میں کوششیں جاری ہیں۔

یہ بات اگر تسلیم کرلیجائے کہ مسلمانوں کے تنزل کا بڑا باعث تمدنی خرابی ہے تو اب یہ دیکھنا چاہئے
کہ تمدنی خرابی کا باعث کیا ہوا کسی قوم کے تنزل کے اسباب ایک دو نہیں ہوتے۔ بلکہ متعدد
اور مختلف ہوتے ہیں۔ ان سب پر نظر ڈالنا بڑی غور و فکر اور لیاقت کی بات ہے۔ لیکن کھلی ہوئی اور عام
وجہ یہ ہے کہ ہم میں رفتہ رفتہ جہالت اور اسکے ساتھ تعصب کے قدم آئے مگر ہم اپنے تئیں عالم
و فاضل سمجھتے رہے اور جو چیزیں دل بہلانے اور گپ شپ کرنے کی تھیں۔ اوسے تاج علم و فضل

خیال کرتے رہے ہمارے علماء جو وارث انبیا ہیں اور جن پر خود علم کو بھی فخر و ناز ہے اس معاملہ
بھی پیش پیش رہے۔ خدا و رسول کے حکم پر کسی کو چون و چرا کا کیا موقعہ ہو سکتا ہے۔ مگر ان حضرات کو
قال اللہ و قال الرسول کہتے کہتے یہ عادت ہو گئی کہ اگر کسی نے اپنے کلام و تحریر میں بھی کوئی بات پیش کی تو
وہ بھی ایسا ہی ضروری و واجب التعمیل ہوا جیسے حکم خدا و رسول اور اسی طرح ان بزرگوں میں
ایک عجیب طرح سے خود رائی اور تعصب کا مادہ پیدا ہو گیا۔ اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا مذہبی قیود کا سلسلہ
بھی دنیاوی روزمرہ اور معمولی کاروبار میں حد اعتدال سے بڑھنا شروع ہوا۔ گو ان قیود کو نفس
دین سے کچھ تعلق نہیں تھا مگر ان قیود نے ہمارے دین و دنیا دونوں پر پانی پھیر دیا ہوتے
ہوتے نوبت یہاں تک پہونچی کہ کرتے۔ پاجامے۔ ٹوپی۔ جوتے کھانے پینے۔ چلنے پھرنے
بات چیت کرنے۔ پڑھنے لکھنے۔ ہنسنے رونے تک میں مذہبی تشدد ہونے لگا۔ بات
بات پر کفر و الحاد کے خطابات نازل ہونے لگے۔ غضب ہے کہ تھوڑا زمانہ ہوا کہ ایک بڑے ناحق کے
مولوی صاحب نے فتوی دیا کہ توپ و تفنگ سے لڑنا ناجائز ہے۔ تیروں سے لڑنا چاہئے
کس قدر افسوس کی بات ہے۔ جو یہ کہے کہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنا چاہیے بہتر ہے کہ اسکی
مشکیں کس دی جائیں۔ میرا اب اس امر کی تصریح کرنا چاہتا ہوں کہ ان بیجا قیود سے دین کو کیا
فائدہ ہے نہیں البتہ دنیا بگڑ جاتی ہے اور دنیا کے بگڑنے سے دین پر جو اثر پڑتا ہے وہ ظاہر ہے
اسمیں شک نہیں کہ ہمارے پیغمبر افضل المرسلین و فخر الانبیاء ہیں جو عظیم الشان کام انہوں
نے کیا ہے وہ تاریخی لحاظ سے بھی دنیا کا ایک نہایت مہتم بالشان اور قابل یادگار واقعہ ہے
آنحضرت نے صرف یہی نہیں کیا کہ کلمۃ اللہ کی اشاعت کی اور نور وحدانیت کو چار دانگ

عالم میں پہیلا دیا بلکہ اہل عرب جیسے ضدی جاہل متعصب لوگوں میں ایسے وقت جبکہ انکی حالت نہایت ردی اور ذلیل تہی ایک قومی حیثیت پیدا کی - جو لوگ اہل عرب کی اوس حالت سے واقف ہین وہ خوب جانتے ہین کہ انمین قومی حیثیت پیدا کرنا پتہر مین جونک لگانا تہا اور جب بڑی بڑی تکلیفون اور مصیبتون کے بعد کامیابی ہوئی - تو انحضرت انکے بادشاہ بہی تہے انکے منصف بہی تہے - انکے سپہ سالار بہی اونکے رفارمر بہی تہے اور باوجود اسکے رسول اللہ بہی تہے کہین وہ انکے رسم و رواج کی اصلاح کرتے تہے اور کہین انہین انکی طرز معاشرت مین مداخلت کرنی پڑتی تہی اور کبہی وہ ان کے کاروبار مین مشورہ دیتے تہے اور کبہی اونکے خانگی معاملات مین دخل دینا پڑتا تہا اور علاوہ اسکے دین کی تعلیم اور ہدایت بہی کرنی پڑتی تہی اور وہ لوگ بہی نہایت سچائی اور ایمانداری کے ساتہہ انحضرت کی اطاعت کرتے تہے اور کبہی اون کے حکم کے خلاف نہ کرتے تہے کسی امر مین ذرا شبہہ ہوا فوراً حاضر ہوے اور دریافت کرلیا - جہان کچہہ تکرار ہوئی بلا تامل آپکی خدمت مین حاضر ہوے - آپنے حالات کی ... وقت کے مناسب فیصلہ کردیا اور فریقین راضی ہوگئے اور جب کبہی لڑائی کا وقت آتا اور لوٹنے کی نوبت آتی تو لڑنا بہی پڑتا غرض کہ کئی حیثیتون سے کام کرنا پڑتا تہا - اور حق یہ ہے کہ یہ آپکا ہی کام تہا جس نے اہم اور دشوار ترین مہم کو انجام دیا - اب انحضرت کے کام کی دو حیثیتین قرار پاتی ہین - ایک دینی اور دوسرے دنیوی - دینی حیثیت سے آنحضرت نے جو کچہہ فرمایا ہے اسکی لفظ بلفظ اور حرف بحرف اتباع کرنی تمام مسلمانون پر فرض ہے - کیونکہ دین کے متعلق جو کچہہ فرمایا ہے وہ بحیثیت رسول خدا ہے اور اسمین کسی کو چون وچرا کا موقعہ نہین ہے - اب رہی دنیوی حیثیت سو اسکا فیصلہ خود جناب رسالت مآب نے نہایت انصاف کے ساتہہ قطعی طور پر فرما دیا ہے - چنانچہ آپ نے

صاحبون کو کہجوروں کا مشہور واقعہ معلوم ہوگا کہ جب آنحضرت نے دیکہا کہ لوگ کہجوروں کے درختوں مین زیادہ کا جوڑ لگاتے ہین تو اوسے توہمات مین سے سمجہ کر منع فرمایا۔ لیکن اس سال کہجوروں کا قحط ہوا اور لوگون نے فریاد کی کہ آپ کے فرمانے پر عمل کیا گیا تہا مگر کہجورین نہین ہوئین تو آپ نے صاف فرمادیا مین بہی تمہاری طرح بشر ہون لیکن فرق یہ ہے کہ مجہہ پر وحی آتی ہے اور دنیا کے کامون مین تو تم مجہہ سے زیادہ واقف ہو ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت نے دنیاوی امور کے متعلق جو کچہہ فرمایا اسمین بشریت کو دخل ہے اور سچ بہی یہی ہے چونکہ اوسوقت آپ کو اپنی قوم کی اصلاح منظور تہی اور اون کے اخلاق و عادات اور رسم و رواج وغیرہ سب کی نگرانی آپ ہی کے ذمہ تہی اسلئے وقت اور حالات کے مطابق جو جو فیصلے اور احکام آپ نے دنیاوی امور کے متعلق فرمائے وہ ضرور نہین کہ اس زمانہ کے لئے ویسے ہی مفید اور کار آمد ہون۔ کیونکہ نہ اب وہ زمانہ رہا اور نہ وہ حالت رہی نہ وہ طرز معاشرت باقی رہا اور نہ وہ طرز تمدن .. باقی رہا دین سو وہ ابدالآباد تک قائم رہے گا اور اسمین نہ ایک شوشہ کم ہو سکتا ہے نہ زیادہ اسکی حقانیت اسکی پاکیزگی اور اسکی قوت مین ذرا سا فرق آنا ممکن نہیں اسکے لئے ہر وقت ہمارا سر تسلیم خم رہنا چاہئے۔ یہ ظاہر ہے کہ اسوقت عرب کی طرز معاشرت نہایت سیدہی سادی تہی تکلفات وغیرہ سے وہ بالکل نا آشنا تھے لیکن جب عربون کے فتوحات وسیع ہوئین اور انہون نے مہذب اور عظیم الشان سلطنتون پر قبضہ پایا تو انکی آنکہین کہلین نئے نئے انتظامات اور حالات نئی طرز معاشرت اور نیا تمدن نظر آیا کاروبار بڑہ گئے ضرورتین وسیع ہوگئین اور نئی تلاش اور جستجو شروع ہوئی۔

وہ چند امور اور کلیہ جو انکی معاشرت کیلئے پہلے کافی سمجھے جاتے تھے بالکل ناکافی خیال کئے لگنے اور ضرورتون کے لحاظ سے فقہ کی بنیاد پڑی۔ فقہ در اصل قانون ہے اور قانون کی بنا تجربہ اور مشاہدہ پر ہے اور اسمین ملک کی آب ہوا اور دیگر حالات اور تاریخ اور اُن لوگون کی ضروریات اور خواہشات انکی تمدن اور ملکی معاملات غرض سب باتون پر نظر رکھنی پڑتی ہے اور اسلئے تمام ممالک کا سب قانون یکسان نہین ہو سکتا اور خصوصاً وہ قانون جو تمدن سے متعلق ہے اور یہی وجہ ہے کہ فقہ اسلامی کے بھی کئی مختلف مذاہب ہین۔ مگر مصیبت یہ آ پڑی کہ ہمارے بعد کے علماء نے تنگ دلی سے کام لیا۔ ملک کی آب ہوا کو دیکھا نہ لوگون کی خصوصیات اور حالات کو اور سب کو ایک لکڑی سے ہانکنا شروع کر دیا۔ مذہب کی آڑ انہین ایسی ملگئی کہ اسکے نام سے ذرا ذرا سی باتون مین روک ٹوک پیدا کرنے لگے۔ یہان تک کہ انگریزی پڑہنا اور بولنا تک کفر مین داخل ہو گیا۔ ایک بڑا غضب یہ ہوا کہ جو احادیث بعض اوقات ہمارے علماء اپنے بیانات کے ثبوت مین آنکھہ بند کر کے پیش کرتے ہین اسپر یہ غور نہین کرتے کہ آنحضرت نے یہ کس موقعہ پر فرمایا تھا اور وہ کیا حالات تھے اگر وہی موقعہ اور ویسے ہی حالات اسوقت موجود ہین تو بیشک وہ حکم واجب التعمیل ہے ورنہ یہ خیال کرنا چاہئے وہ اس موقع کے لئے نہین کہا گیا۔ مثلاً ہمارے بعض علماء فرماتے ہین ٹخنے سے نیچے پائجامہ پہننا ناجائز ہے اور ایسے لوگ جہنم مین ڈالے جائینگے اور اسکے ثبوت مین وہ حدیث شریف پیش کرتے ہین لیکن افسوس وہ یہ نہین دیکھتے کہ اُس وقت ایسے حکم کا محل کیا تہا۔ اول تو پائجامہ کے لئے کہا نہین گیا اور نہ حدیث مین پائجامہ کا ذکر ہے۔ دوسرے واقعہ اسکا یہ ہے کہ اوس زمانہ مین سرداران عرب بڑے بڑے تہہ بند باندہتے تھے یہانتک

تین چار انگشت زمین پر گھسٹتے چلے جاتے تہے۔ اور یہ شان سرداری اور باعث فخر خیال کیا جاتا تہا چونکہ یہ بہت مذموم دستور تھا جس سے کپڑے غلیظ ہوتے تہے اسلئے آنحضرت نے سختی سے منع فرمادیا۔ اب وہ لوگ ہین نہ یہ دستور ہے تو پہر ان خفیف باتون پر لوگون کو کافر بناتا کیا معنے بہلا کوئی پوچہے کہ دین پاک کو پاجامہ کے ٹخنے سے نیچے یا اونچا پہننے سے کیا نسبت ان ظاہر پرستون سے تمام خرابیان پیدا ہوئی ہین جسکا یقینی نتیجہ تنزل اور ادبار ہے بعینہ یہی حالت، ہزار برس پہلے یہودیون مین پیدا ہوگئی تہی۔ اُن کے مذہب کا تمام دار مدار ظاہر پرستی نمائش پر رہگیا تھا وہ قربانیان کرنے معبدون مین جانے اپنے تئین الگ تہلگ رکہنے طہارت کے قواعد کی پابندی کرنے مین تو نہایت مستعد تہے مگر باطنی صفائی اور اخلاقی پاکیزگی سے بالکل نا آشنا تہے۔ ریاکاری کا بے انتہا زور تہا اور اونکے علماء اسمین اور بہی تشدد کرتے تہے اور اس قوم پر ایک تاریکی چہائی ہوئی تھی۔ اسوقت انکی اصلاح کے لئے پیغمبر خدا حضرت عیسیٰ آئے اور آخر انہون نے انکی ریاکاری کے طلسم کو توڑا یہی وجہ ہے کہ انکی تعلیم پرلے درجہ کی اخلاقی اور روحانی ہے۔ کیونکہ انکا یہی مشن یعنی مقصد تہا۔ مگر آنحضرت رسول اللہ کو بڑی مشکل یہ تھی کہ علاوہ روحانی تعلیم کے انہین اہل عرب سے جاہل اور سخت لوگون کی ایک قوم بنانا تہا اور اسکے بعد اونکو تمدنی۔ اخلاقی ملکی۔ روحانی غرضیکہ ہر قسم کی تعلیم دینی تہی۔ اور یہی وجہ ہے کہ اتنا بڑا اور دشوار کام کرنا پڑا۔ کہ ابتک کسی پیغمبر یا ریفارمر نے نہین کیا۔ چونکہ ہماری قوم بہی آجکل ظاہر پرستی اور ریاکاری کی طرف مائل ہے اسلئے ہمین ڈر ہے کہ خدانخواستہ کہین ان پر وہی بال نہ آئے جو یہودیون پر نازل ہوا

چنانچہ اس زمانہ میں ایران میں بھی یہی حال تھا اور اب بھی سب علماء اسقدر حاوی ہیں کہ وہ کسی قسم کی اصلاح نہیں ہونے دیتے اور شاہ خود اسقدر خائف ہیں کہ وہ اونکی مخالفت نہیں کرسکتے تمام لوگ علماء کے اشارہ پر چلتے ہیں احکام خدا کی اطاعت اسقدر نہیں کرتے جتنی علماء کی کرتے ہیں۔ علماء کا زور صرف ایک ہی قصہ سے بخوبی معلوم ہو جائیگا کہ تھوڑا عرصہ ہوا انگریزوں نے ایران میں تماکو کا ٹھیکہ لیا کسی نے مجتہد اعظم کو یہ بہکا دیا کہ انگریز تجارت کے بہانہ سے یہاں قابض ہو جائینگے۔ اسپر مجتہد اعظم نے فوراً فتویٰ دیدیا کہ تماکو پینا حرام ہے۔ چنانچہ اسی روز سب نے تماکو پینا چھوڑ دیا یہانتک کہ جب شاہ نے اپنے ملازم سے حقہ بھرنے کو کہا تو اس نے بھی انکار کر دیا اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مذہب کے نام سے کیسے کیسے ظلم اور کیسی کیسی خرابیاں قوم میں برپا ہو جاتی ہیں لہذا ہمیں اس امر میں کوشش کرنی چاہیئے کہ دین کو قائم رکھیں مگر اسے ناجائز طور پر استعمال کرکے اپنی حالت کو تباہ ہونے دیں۔ جب قوم میں علمی و دماغی قوت کم ہو جاتی ہے تو تقلید کا مادہ بڑھ جاتا ہے اور آنکھ بند کرکے اپنے آبا و اجداد کے رسوم پر چلنے لگتے ہیں۔ اپنے دماغ اور اپنی عقل کو معطل کر دیتے ہیں اور یہانتک تقلید کرنے لگتے ہیں کہ بد و نیک میں امتیاز نہیں کر سکتے آبا و اجداد یا اکابر قوم کی رسوم کی پابندی خدا و رسول کے احکام کی پابندی سے بھی بڑھ جاتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ قوم روز بروز انحطاط و تنزل کیطرف قدم بڑھاتے چلی جاتی ہے۔

اسلئے ہم پر فرض ہے کہ ہم دیکھیں کہ آیا جو رسوم یا خیالات اسوقت مروج ہیں وہ ہماری حالت کے کہانتک مناسب ہیں۔ اور اون سے کہانتک ہمیں ضرر یا نفع پہونچ سکتا ہے۔ کسی رسم و رواج کو لغو یا غیر مفید سمجھکر چھوڑنا اور اس سے پہلوتہی کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ

Accession Number

بعض رسوم ایسے ہوتے ہیں کہ ان سے صرف روپیہ ہی کا نقصان مقصود نہیں ہوتا بلکہ اخلاق
وعادات اور قوم کے خصائل پر بھی بہت برا اور مضر اثر پڑتا ہے۔ اسلئے تمدن کی اصلاح نہایت
ضروری اور مقدم ہے۔ کیونکہ سوشل خرابیوں سے تمام قوم پر بھی طرح طرح کے
حملے شروع ہوجاتے ہیں اور جسطرح ایک ضعیف اور کمزور بیمار کو دوسرے امراض
مین مبتلا ہوجانے کا کھٹکا لگا رہتا ہے اسیطرح قوم کو جسمین سوشل خرابیان پیدا ہو گئی ہیں
ہر قسم کے امراض کا اندیشہ ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ بہت سی بیماریان لاحق ہوجاتی ہین جنکا
مداوا اکثر بعد مین سخت مشکل ہوجاتا ہے۔ اور تمدنی اصلاح کرنے سے کل اصلاحین
خود بخود ہوجاتی ہین۔ کیونکہ اس سے ہمارے اخلاق و عادات پر عمدہ اثر پڑیگا ہمین
وقت اور زندگی کی سچی قدر معلوم ہوگی۔ سستی اور غفلت سے اجتناب کرینگے۔
بیہودہ اور فضول اور مضر کامون کو ترک کرینگے۔ ہماری تعلیم تربیت مین زیادہ شایستگی اور
خوبی نظر آئیگی۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ استقلال طبیعت۔ حق جوئی۔ اور
حق پسندی اور حق بات کے کہنے مین بیباکی اور آزادی پیدا ہوجائیگی اور ان کا پیدا ہونا
پیدا ہونا گویا اصل ترقی ہے
لیکن مذموم رسوم و رواج کے استیصال کرنے مین بڑی بڑی دقتین پیش آتی ہین۔
ایک رسم جو مدت دراز سے رائج ہے لوگون کو بہت عزیز ہوجاتی ہے اور اسلئے اسکی
خلاف کہنے سے کثرت سے لوگ مخالف ہوجاتے ہین۔ اس مخالفت کا حتی الامکان
مقابلہ کرنا چاہیئے۔ اس قسم کی مخالفتون مین جاہل۔ عالم۔ دوست۔ دشمن۔ یگانہ

ہاتے ہیں۔ بہی ہوتے ہیں۔ اور اس سبب ان سب باتوں کو برطرف کرکے مخالفت
کرنا نہایت دشوار کام ہے ایسی حالت میں نہایت استقلال و جرات مردانہ سے
کام لینا چاہئے ۔ اور جہانتک ہو سکے قوم میں تحریک پیدا کرنے کی کوشش کیجائے
لیکن یہ بات یاد رکہنے کے قابل ہے کہ صرف کسی شئے کا علم کافی نہیں ہو سکتا مثلاً
ایک شخص یہ جانتا ہے کہ جہوٹ بولنا بہت بری بات ہے۔ لیکن اس سے یہ ضرور نہیں
کہ وہ جہوٹ نہ بولتا ہو ۔ عمل کرنا بڑی بات ہے ورنہ کسی شئے کا جاننا نہ جاننا دونوں برابر ہیں
جس بات کو ہم صحیح اور بہتر سمجہتے ہیں اسپر بلاخوف و ہراس عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے ۔
اس سے دوسروں پر نہایت اچہا اثر پڑیگا ۔ اور لوگوں کی بہی ہمت بڑہے گی ۔ اسکا
نتیجہ یہ ہوگا کہ رفتہ رفتہ اس خیال کا ایک گروہ ہو جائیگا اور یہی ایک رواج قائم ہو جائیگا
اور آیندہ نسلوں کی بہی روش پڑ جائیگی ۔ اور اگر عمل نہیں اور خالی باتیں ہیں تو ترقی ممکن
نہیں اصل ترقی اسی وقت شروع ہوتی ہے جب کہ عمل شروع ہو جاتا ہے ۔

علاوہ اسکے ہر شخص کو اپنی اصلاح کیطرف متوجہ ہونا چاہئے ۔ کیونکہ ذاتی اصلاح بہی قومی اصلاح ہے
اگر چند شخصوں نے اپنی حالت درست کی تو سمجہنا چاہئے کہ قوم کے اسقدر حصہ کی اصلاح
ہوگئی ۔ دوسرے ایک شخص کا دوسرے پر اور دوسرے کا تیسرے پر برا یا اثر ہوتا ہے
دنیا میں کسی کی محنت رائگان نہیں جاتی اور ہر ایک کام جو ہم کرتے ہیں خواہ برا یا بہلا اسکا
اثر ضرور ہوتا ہے ۔ یہ خیال کرنا کہ ہمارے ایک کے کرنے سے کیا ہوتا ہے بالکل غلطی ہے
ہمارے چہوٹے چہوٹے کام بہی اثر رکہتے ہیں خواہ وہ کیسے ہی خفیف اور محدود کیوں نہوں

اور یہی چھوٹے چھوٹے کام اور خفیف اثر رفتہ رفتہ ایک روز بڑے اور قابل وقعت ہوجاتے ہین اور انہی سے آخر کار قومی خصائص قائم ہوجاتی ہین۔ وہ شاندار خوبیان جسے دیکھکر ہمین حیرت ہوجاتی ہے۔ اگر اونکا سراغ لگایا جائے تو تہ مین یہی چھوٹے چھوٹے کام اور خفیف اثر نکلین گے دریا مین ایک پتہر پہینکو اول چھوٹے چھوٹے دائرہ بنتے ہین اور پھر رفتہ رفتہ اسکا اثر بہت دور دریا کے کنارے تک پہنچتا ہے اسیطرح ہمارے ذرا ذرا سے افعال کا اثر دور دور تک پہنچتا ہے۔ اس لئے اگر ہم مین کچہہ بھی محبت قومی حب الوطنی یا جوش انسانیت ہے تو سب سے پہلے ہمین اپنی اصلاح کرنی چاہئے اور سوسائٹی کی اصلاح خود بخود ہوجائیگی کیونکہ قوم کا کیا ہے۔ افراد کا مجموعہ۔ اسلئے ہر کسی ایک فرد کی اصلاح قوم کے ایک جز کی اصلاح ہے۔ یہی ایک چھوٹی سی کمیٹی جسمین آج چند ممبر جمع ہین اور جو اسمین شریک ہوئے یا اسکے قواعد کی پابندی کرنے سے معذور ہین ممکن ہے کہ تمام قوم کی اصلاح کا باعث ہو اور سارے ملک کے لئے رحمت کا فرشتہ ثابت ہو اسلئے ہمین نہایت استقلال اور ہمت سے کام کرنا چاہئے ورنہ ایک ایسی کمیٹی کے قائم رکہنے سے اسکا توڑ دینا بہتر ہے۔

بعض اصحاب ایسے بھی ہین کہ کسی اصلاح یا اہم کام کا بیڑا اٹھایا ایک مدت تک نہایت استقلال اور محنت سے کام بہی کیا۔ لیکن جب دیکھا کہ اس سے کوئی فائدہ مترتب نہین ہوا اور خاطر خواہ اسکا نتیجہ نہین نکلا تو مایوس ہوکر اس کام سے دست بردار ہوگئے۔ مگر یہ اونکی صریح غلطی ہے۔ سوسائٹی مثل ایک ایسے جانور کے ہے جسکے سیکڑون سر اور

ہزاروں بینگ ہیں ایسے وحشی کا رام کرنا کوئی آسان بات نہیں ہے سوسائٹی کے سینکڑوں
پہلو ہیں اور ہر پہلو اصلاح طلب ہے اور ہر پہلو کی اصلاح کے لئے سالہا سال تک محنت اور
جانفشانی کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جو رسم و رواج صدیوں سے لوگوں کے رگ و پے میں سرایت
کر گئے ہیں انکو بیخ و بنیاد سے اکھاڑنا ہنسی کھیل نہیں ہے۔ بلکہ جب تک سالہا سال
نہایت سرگرمی کے ساتھ کام نہ کیا جائیگا انکا نکلنا دشوار ہے اور جب ایک مدت کے
بعد کسیقدر کامیابی ہوجائے تو یہ سمجھکر کہ اتنی مدت پاپڑ بیلے اور سوسائٹی کی حالت ویسی ہی
ابتر ہے مایوس ہوجانا بھی خلاف دانشمندی ہے کیونکہ صرف ایک پہلو کی اصلاح سے سارے
سوسائٹی کی اصلاح نہیں ہو سکتی اسلئے یہ ضرور ہے کہ مختلف لوگ اور مختلف انجمنیں سوسائٹی کے
مختلف پہلوؤں کی اصلاح کے لئے کمر ہمت باندھیں اور انتھک کوششیں کرتے رہیں۔
البتہ اسوقت ایک مدت کے بعد اصلاح قوم کی توقع ہوسکتی ہے اور جسقدر جلد ہو سکے دریغ نہ کرے

ہمیں خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ انجمن کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہم ہر مہینہ ایک جلسے
جمع ہو جائیں اور تجاویز منظور کرکے کتاب کے حوالہ کر دیں۔ بلکہ اگر ہم حقیقت کچھ کرنا چاہتے ہیں
تو ہم جو کچھ زبان سے کہتے ہیں یا قلم سے لکھتے ہیں اسپر عمل بھی کریں نہ صرف باتیں بنائیں اور
کاغذ سیاہ کرنے سے کیا فائدہ ہے اس سے بہتر ہے ہم اس کام کو چھوڑ دیں اور انجمن کو توڑ دیں
زمانہ کی پرزور رفتار خود ہمیں بتا دیگی کہ ہم جہان میں رہنے کے قابل نہیں ہیں
کیونکہ یہ اقتضائے زمانہ ہے اور یہی حکم ہے وقت کا جو اٹل ہے۔ ہماری طفلانہ ہٹوں
اور ناک بھوں چڑھانے سے دنیا کی رفتار نہیں رک سکتی۔ اور جب وقت نکل گیا تو ہمارا کیا

بتا ہی ایسی ہی بدیہی اور یقینی ہے جیسے سمندر کے کنارہ پر ریت کی دیوار یا خزان کے موسم مین زرد پتون کا جھڑ جانا اور اسکے قایم مقام ایک اور قوم کھڑی کردی جائیگی جو اس امر کو اس سے بہتر جانتی اور اس حال کو بخوبی پہچانتی ہے - کیونکہ جو یہ چال نہین چلیگا وہ پھر چل نہین سکتا - جو ان احکام قدرت اور عقل کی پیروی نہین کریگا وہ دنیا سے خارج کردیا جائیگا - اگر ہم اسے اپنے قابل ہنر سمجھتے تو ہم خود ناقابل سمجھکر نکال دیے جائینگے یہان کا قانون کچھ ایسا ہی ہے اگر تم کھڑے ہو اس روز اپنے تئین نہین سنبھال سکتے تو ضرور گر پڑو گے اور اگر گر کر نہین اٹھ سکتے تو ہین کچل دیے جاؤ گے یہ قانون بہت پر زور ہے اور اس سے بچنے کے لئے ہمین اپنی پوری طاقت صرف کردینی چاہئے - ورنہ پھر ہمارا نشان نہ رہیگا -

حضرات - اسلام کی ابتدا غربت سے ہوئی تھی اور باوجود غربت - بے بضاعتی اور بےکسی کے ایسی عظیم الشان کامیابی دنیا مین حاصل ہوئی ہے - کہ انہون نے اپنے غیر تھم مان گئے - اور دنیا کی تاریخ مین یہ واقعہ عجیب وغریب اور حیرت انگیز سمجھا جاتا ہے لیکن ہم اس زمانہ مین باوجود کثرت تعداد اور استطاعت کے روز بروز پیچھے ہٹتے جاتے ہین اور ہماری قوت مین ضعف پیدا ہوتا جاتا ہے - وجہ صاف ظاہر ہے کہ وہ باوجود کمی تعداد اور بےبضاعتی کے یکدل - اپنے کام مین سرگرم اپنی دھن کے پکے اور حق پر قائم تھے - ہم مین یہ بڑی کمی ہے اور اسی لئے ہماری کثرت تعداد اور بضاعت کام نہین آتی - اُن پاک نفس بزرگون نے اپنی جان و مال تک کو نثار کردیا اور اپنی اور اپنی مذہب کی حفاظت کے لئے جہاد عظیم کئے لیکن جہاد کا زمانہ اب بھی ہے اب بھی ویسی ہی ضرورت ہے اور جہاد تمام مسلمانون پر فرض ہے -

مگر اس جہاد کی ضرورت باقی نہین رہی ہے کیونکہ اس زمانہ مین ہم اور ہمارا مذہب اسقدر محفوظ اور باامن ہے کہ شاید کسی زمانہ مین نہوگا لیکن ہمین اخلاقی - تمدنی - اور دماغی جہاد کی ضرورت ہے - اور اگر وہ جہاد اصغر تھا تو یہ جہاد اکبر ہے - اگر شرع مین اسلام نے بتون کو توڑکر نور وحدانیت چمکایا تو آج وقت بھی بہت سے ہمارے سنگ راہ ہین - اور ہمین رسم و رواج تعصب اور جہالت - اور بیجا تقلید کے سینکڑون بت توڑنے ہین -

یہ زمانہ تہذیب کا زمانہ ہے مگر یہی زمانہ کام کرنیکا بھی ہے - ہماری حالت بموجب ایک شعر کے ہو رہا تیر آدہا تصویر کی سی ہے ایک طرف ہمارے قدیمی رسوم اور ملکی حالات ہمین روکتی ہین اور دوسری طرف مغربی ترغیبات ہمین اپنی طرف کہینچتی ہین - اور سچ یہہ ہے کہ ہم نہ اسکے قابل ہین اور نہ اسکے لائق - ایسا نہو کہ کہین کے نہ رہین -

آنکھین کہین کہ دل ہی نے ہمکو کیا خراب * اور دل کہے کہ آنکھون نے ہمکو ڈبا دیا
بگڑا کسی کا کچھہ نہ گرا ہائے مفت مین * دونون کی ضد نے خاک مین ہمکو ملا دیا

اسلئے ہمین نہایت ہوشیاری اور دانشمندی کے ساتھہ اپنے معاملات کی اصلاح کیطرف متوجہ ہونا چاہئے کیونکہ اسوقت کا کام بڑا کام ہوگا - اور آیندہ نسلون کی رہنمائی مین اس سے بہت مدد ملیگی - لیکن جو کچھہ کرنا ہو جلد کرنا چاہئے - کیونکہ اگر آج کا کام کل پر چھوڑ دیا تو شاید پرسون بھی ختم نہوسکے اور اگر پرسون بھی یون ہی گذر گئی تو بات برسون پر جا پڑیگی فقط

یہ لکچر بتاریخ انجمن اصلاح تمدن مین پڑہا گیا - اور بنتیجہ جناب مولوی نظام الدین حسن صاحب بی - اے - بی ال و باتفاق ممبران پیش پایا کر

یہ لکچر رسالہ افسر مین چھاپا جائے۔ لکچر کے ختم مولوی محب حسین صاحب ایڈیٹر نے ایک عمدہ تقریر کی جسمین زیادہ تر اس امر پر زور دیا کہ جبتک عورتون کی اصلاح نہ کیجائیگی۔ ہماری تمدنی اصلاح ممکن نہین

۱ — اسکے بعد جناب مولوی نظام الدین حسن جج ہائی کورٹ ممبر انجمن اصلاح تمدن نے ایک مختصر اور پر زور تقریر فرمائی جسکا خلاصہ یہ ہے۔

۲ — شروع مین آپ نے لکچر کے متعلق چند تعریفی کلمات فرمائے۔ اسکے اس امر کو زیادہ زور دیکر فرمایا کہ مین دعوے سے کہہ سکتا ہون کہ ہمارے دینی مسائل ہرگز خلاف عقل نہین ہین۔ اگر کوئی فقیہ یا عالم کسی ایسے مسئلہ کو بیان کرے جو خلاف عقل معلوم ہو تو اسے اس فقیہ کی ذاتی رائے سمجھنا چاہیئے تنقیح اور تحقیق کے بعد یہی ثابت ہوگیا۔ اور شرب خمر وغیرہ کی چند مثالین پیش کین۔

۳ — اسکے بعد اندھی تقلید کے اثر کے متعلق فرمایا کہ اعلے لوگ بہ بعض اغراض کے بعض رسوم کو اختیار کرتے ہین۔ اور اسکا اثر ادنی درجہ کے لوگون پر بھی پڑتا ہے اسی لئے کہ وہ اعلے درجہ کے لوگون کی رسوم ہین۔ بمصداق رسوم الملوک ملوک الرسوم گمریہ آقا کا تذکرہ کر کے جو اصلاح نوکر کا اثر آقا پر پڑتا ہے کہ بڑی ترقی متوسط درجہ کے لوگون کی ہے جنکا اثر ادنی اور اعلے دونون پر پڑتا ہے۔ انجمن اصلاح تمدن اسی قسم کی انجمن ہے اگرچہ اسکے ممبرون کی تعداد قلیل ہے مگر ایک چھوٹی تعداد کو بڑی گروہ سے گھبرانا نہین چاہیئے۔ اور استقلال کے ساتھ کام کرنا چاہیئے کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ باذن اللہ خدا کی اجازت سے بارہا ایسا ہوتا ہے کہ قلیل لشکر عظیم لشکر پر غالب ہو جاتا ہے۔

۴ — ملاحظہ کیجئے کہ باوجود کثرت کے مسلمین نے حنین مین اول شکست کھائی اور بدر مین باوجود قلت کے کیسے غالب آئے۔ اسکے صاحب بہت کوشش کر کے اپنی کامیابی کیلئے خدا پر توکل کرنا چاہیئے ورنہ کامیابی نہایت دشوار ہو جاتی ہے۔

(۸) اسکل ایٹ آرم

ماؤنٹیڈ سیبر ورک

سیبر کو اچھی طرح استعمال کرنیکے لئے خواہ اس سے کاٹین یا ہونکین یہ ضروری ہے کہ اس آلہ حرب کا بیلنس مناسب ہو اور اوسکا وزن اس آدمی کی جسمانی طاقت کے مطابق ہو جو اس کو استعمال کرے

جس آدمی کا وزن (۱۰) اسٹون یا اس سے کم ہو اسکی سیبر یا تلوار کا وزن (۲) (۲) پاؤنڈ سے زیادہ یا ہر کی جانب نہین ہونا چاہئے اور ہینڈ شیلڈ (ہتیلی) سے اسکا بیلنس $3\frac{1}{2}$ انچ بڑھکر نہ ہونا چاہئے اگر وزن زیادہ ہوگا۔ تو وہ سمت اور سرعت کم ہوجائے گی بلیڈ (تلوار کے پھل) اپج (دھار) ۔ گینڈ اور واپس لانیکے لئے ضروری اور ایک متحرک چیز کے مقابلہ مین اسکا موثر استعمال اور تیزی رفتار گھٹ جائیگی۔

موثر نتائج پیدا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ آلہ حرب (سیبر) ریزر یا استرے کیطرح تیز ہو اور اسیطرح سے رکھا جائے ۔ بلیڈ کے $\frac{3}{4}$ حصہ پر دھار ہونی چاہئے اور تیسرے حصے پر دھار نہین ہونی چاہئے۔ تاکہ ہاتھ کی بے احتیاط سے گھوڑے کی باگین وغیرہ نہ کٹ جائین۔

اسکا بور ڈیا میان پر ایک اسٹڈ یا بٹن ہونا چاہئے اور اسمین ایک ہلٹ اسٹریپ لگانا چاہئے۔ یہ ہلٹ اسٹریپ موتھ کے اطراف پھر کر پھر اس

بٹن یا اسٹینڈ مین جا لگے تاکہ تلوار میان مین سے نیچے گر نہ جائے۔

جو سرکاری گشتی سیبر ورک کی نسبت جاری ہوئی تھی اسکو ہوشیاری تمام مطالعہ کرنا چاہیئے اور اسمین سے "ہینگ" اور "ڈسوورڈ" کو بخوبی سمجھنا چاہیئے

کسی چیز کے عرض یا چوڑائی مین گھوڑا دوڑا کر جانے سے پرہیز کرنا چاہیئے اور فیصل سے گھراکاٹنے (فیلینگ کٹ) سے بھی بچنا چاہیئے۔

گھراکاٹنے مین بلیڈ کے وسطی حصے کے آغاز کے نزدیک ہونا اور کلوز رہنا بہترین سب سے اچھے نتیجے پیدا کرتا ہے۔

جب کٹ پائنیٹ یا پیری کیا جائے۔ تو اسوقت سورڈ کو بڑی مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے۔ دوسرے وقتون مین صرف معمولی طور پر تلوار پکڑنا کافی ہے۔

ہر ایک کوشش کے وقت سیٹ اور برائیڈل مضبوط اور مستحکم ہونی چاہیئے گھوڑے کے منہ پر ان حرکات کا کوئی اثر نہین پڑنا چاہیئے۔

رییر کیطرف کٹون مین "آئی آوٹ" کیطرف نظر رکھنا چاہیئے اور کمر۔ رانون اور نیچے کی ٹانگون پر مخالف طرف حتی الامکان بہت ہی اتصال کے ساتھ دیکھنا چاہیئے

اس سیدھے سادے قاعدہ کو ملحوظ رکھنے سے آدمی اور گھوڑے کو کوئی ضرر نہین پہنچتا ہے اور اس قاعدے اس آلہ حرب پر قابو پانے اور اسکو جلدی سے واپس لانے مین مدد ملتی ہے۔

سورڈ پوسٹ پریکٹس مین کٹ۔ تھرسٹ اور ڈفینس کا پوزیشن بدلا کرنا

جو آئندہ صاف طور پر بیان کیا جائیگا خراب عادتوں سے گھوڑوں کو روکنا چاہئے

جب تیز تلوار یا شارپ سپیر استعمال کی جائے۔ تو اسوقت "مارٹنگل" کا استعمال بھی ضروری ہے۔ کیونکہ جب کھردری زمین پر گھوڑا کوئی غلطی کرتا ہے اور سوار مین ہیڈلائنز سے آرپار کٹ کرتا ہے۔ تو اسوقت گھوڑے کو سخت صدمہ پہونچنے سے کوئی چیز محفوظ نہین رکھ سکتی ہے۔

مارٹنگل کو بڑی ذہانت کے ساتھ استعمال کرنا چاہئے۔ اسکو اسقدر کسنا چاہئے کہ اوپر کی واردات ناممکن ہو اور اسکو اسقدر ڈھیلا رکھنا چاہئے کہ جس سے گھوڑا اگر غلطی کرے تو سنبھل جائے۔ جو قاعدے نمبر مین لکھے گئے ہین سیدھے سادے اور عمل مین لانیکے لائق ہین۔

جب تیز تلوارین یا شارپ سپیر استعمال کی جائین۔ تو اسوقت یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ گھوڑے کے وزن کے استعمال اور سمت کی بہ نسبت سپاہی کی جسمانی کوشش دوسرے درجہ پر ہے۔ مگر اس سے کٹ ٹو دی ریر مستثنی ہے جبکہ ٹائمنگ اور ایک مناسب طرح خاص ہو رہی ہون۔

جب تلوار یا بھالے سے ٹینٹ پیگنگ کیا جائے تو اسوقت نیزہ بازی کی وضع اور پوزیشن سے اجتناب کرنا چاہئے۔ کھردری زمین پر اور ایک غیر معین چیز پر گھوڑا دوڑاتے مین یہ نیزہ بازی کی ایٹی ٹیوڈ یا پوزیشن ایک غیر محفوظ طریقہ ہے۔

عورتوں کی نسبت سرسید احمد خان رحمہ اللہ کے خیالات

اب تو یہ بات عام طور سے تسلیم کیجاتی ہے کہ سرسید احمد خان مرحوم مسلمانوں کا سچا خیرخواہ - ہمدرد اور مصلح قوم تھا - اس نے مسلمانوں میں اصلاح کی روح پھونکی انھیں جگایا اور انھیں ترقی کی نئی نئی راہیں دکھائیں گو پہلے پہل مولویوں نے اسکی تکفیر کے فتوے دئیے - مگر اب عام طور پر وہ بھی اسکو ملک و ملت کا خیر اندیش سمجھنے لگے ہیں چونکہ سرسید مرحوم کی ہر بات کا اثر ان ماننے میں مسلمانوں پر بہت زیادہ ہونے لگا ہے - اسلئے ضرور ہے کہ عورتوں کی نسبت ان کے خیالات [illegible] ان پر ایک گہری نظر ڈالی جائے - کیونکہ اکثر اشخاص ان کی نسبت بعض خیالات منسوب کرتے ہیں اور انکو ہماری تردید میں پیش کرتے ہیں - انشاء اللہ تعالیٰ ہم ان کے تمام خیالات پر جو عورتوں کے متعلق انھوں نے وقتاً فوقتاً ظاہر کئے ہیں ایک اتفاقانہ ریویو کرینگے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہوجائے اور ہماری نئی روشنی کے دوست کسی تاریکی میں پڑنے نہ پائیں - کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانہ میں ہمارے بعض نوجوان تعلیم یافتہ اشخاص بھی ہمارے مخالف ہیں -

عورتوں کی تعلیم

سرسید احمد خان رحمہ اللہ رسالہ تہذیب الاخلاق کے مضمون "کن کن چیزوں میں تہذیب چاہئے" - تحریر فرماتے ہیں کچھ شبہ نہیں کہ قومی تہذیب و شائستگی کے لئے عورتوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضرور ہے پس

تعلیم یافتہ کا مفہوم ان کے ذہن میں تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ انہوں نے مردوں کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیے علی گڈھ کالج اور بورڈنگ ہاؤس قائم کیا۔ لڑکوں کو ایک ہی جگہ رکھنا۔ انہیں ایک ہی میز کرسی پر چھری کانٹے سے کھلانا۔ انہیں انگریزی پوشاک پہنانا انہیں یورپین طرز معاشرت کا عادی کرنا اور انہیں علوم جدیدہ کی تعلیم دینا پسند کیا ہو اور وہ اس کو تعلیم نہیں خیال کرتے تھے کہ لڑکے کو صرف قرآن شریف اور دو ایک مسئلہ مسائل کی کتابیں پڑھا دی جائیں۔ پس ان کی اس رائے سے ثابت ہے کہ وہ عورتوں کو بھی ویسی ہی تعلیم دلانی چاہتے تھے۔ اور چونکہ اعلیٰ تعلیم بغیر مدارس کے ہو نہیں سکتی اس لئے ان کا یقینی خیال یہ تھا کہ عورتوں کی تعلیم کے لئے اعلیٰ درجے کے مدارس اور بورڈنگ ہاؤس قائم کئے جائیں۔ انہیں تہذیب و شائستگی سکھائی جائے انہیں بھی مردوں کی طرح انگریزی لباس اور طرز معاشرت کا عادی کیا جائے اور انہیں بھی علوم جدیدہ پڑھائے جائیں کیونکہ بغیر ان باتوں کے حاصل کئے عورتیں تعلیم یافتہ ہو ہی نہیں سکتی ہیں اور نہ ان سے قوم مہذب اور شائستہ بن سکتی ہے۔ اس رائے سے معلوم ہوتا ہے کہ سرسید مرحوم یہ نہیں چاہتے تھے کہ عورتیں گھروں میں ناظرہ قرآن شریف اور دو ایک مسئلہ مسائل کی کتابیں پڑھ لیا کریں۔ ان کے پڑھنے سے وہ وہ ہرگز تعلیم یافتہ نہیں ہو سکتیں۔ علاوہ ازیں وہ عورتوں کو صنعت و حرفت کی تعلیم بھی دلانی چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ ان کے الفاظ ہیں کہ "دستکاری سکھلانے کے لئے کوئی عمدہ بندوبست کرنا چاہئے"۔ پس جو لوگ سرسید احمد مرحوم کو عورتوں کی تعلیم کا مخالف

خیال کرتے ہین وہ بالکل غلطی پر ہین۔ وہ ہرگز عورتون کی اعلے تعلیم کے خلاف نہ تھے عورتون کی حالت مین رفاہ (اصلاح) تہذیب الاخلاق مین ایک جگہ سرسید رحمۃ اللہ تحریر فرماتے ہین کہ "غیر قومون نے ہمارا برتاؤ عورتون کے ساتھہ جیسا کچھہ خیال کیا ہے اور کہا ہے اسمین یقینی بہت سی غلطیان اور غلط فہمیان ہین۔ گرچہ اصلی حالت عورتون کی ہے وہ بلاشبہ ترقی کے لائق ہے۔ اور ہمارا برتاؤ عورتون کے ساتھہ بہت سی اصلاح اور تہذیب کا محتاج ہے"۔

ہمارے ناظرین سرسید مرحوم کی اس رائے کو بغور ملاحظہ فرمائین اور دیکھین کہ اس رائے سے یہ امور ظاہر ہوتے ہین۔ (۱) دوسری قومین عورتون کے ساتھہ ہمارے برتاؤ کو بہت برا خیال کرتی ہین اور وہ ان برتاؤ کو مذہب اسلام کی طرف منسوب کرتی ہین۔ (۲) عورتون کے ساتھہ ہمارے اس برتاؤ کو اسلام کے ساتھہ کوئی تعلق نہین اور یہہ لوگون کی غلط فہمی ہے جو ایسا خیال کرتے ہین۔ (۳) ہماری عورتون کی موجودہ حالت قابل اصلاح ہے۔ عورتون کے ساتھہ آجکل جو سب سے زیادہ خراب برتاؤ ہین وہ یہی ہین کہ عورتین گھرون مین مقید رکھی جاتی ہین اور ان کے لئے حبس دائمی پردہ معیار شرافت خیال کیا جاتا ہے۔ وہ جاہل رکھی جاتی ہین اور انہین کسی قسم کی کوئی تعلیم و تربیت نہین دیجاتی ہے۔ عورت کا خاوند اسکا نیم خدا سمجھا جاتا ہے اور عورت کی تمام زندگی اسکے قبضہ اقتدار مین ہے۔ وہ اپنی عورت کو اپنی مقبوضہ جائداد خیال کرتا ہے اور اسکے حقوق کا ذرا بھی لحاظ نہین رکھتا۔ عورتون پر مرد گھر دشمن

جو ظلم چاہیں کریں انکی کوئی داد رسی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ عورتیں سخت پردہ کی وجہ سے عدالت
تک بھی نہیں لیجا سکتیں۔ الغرض عورت کی جان و مال۔ عزت و آبرو۔ خوشی و رنج سب کچھ مرد کے
ہاتھ میں ہے۔ وہ چاہے اسکو خوش رکھے یا دسکو دنیا کی تمام خوشیوں سے روک دے
اور اسکو ہمیشہ مبتلائے الم رکھے۔ یہ ہیں ہماری قوم کے برتاؤ عورتوں کے ساتھ جسکی
اصلاح سرسید مرحوم چاہتے تھے اور جنہیں غیر قومیں بری نظروں سے دیکھتی ہیں
اور اپنی غلطی سے انہیں مقدس مذہب اسلام کے سر تھوپتی ہیں۔

کثرت ازدواج | تہذیب الاخلاق کے اسی مضمون میں سر سید احمد خان مرحوم تحریر
فرماتے ہیں کہ اگرچہ ہندوستان کے مسلمانوں میں کثرت ازدواج کم ہے۔ مگر پھر بھی زیادہ تر
اور نہایت نالائقی سے اور خدا اور خدا کے رسول کے حکم کے خلاف برتا جاتا ہے۔
یہ ایسی بد خصلت مسلمانوں میں جاری ہے جسکی بدولت اسلام کو شرمندگی و بدنامی ہے۔
یہی وہ بھلا مذہب (اسلام) ہے جس نے تعداد ازدواج کی رسم کو
ایک نہایت ہی پر مصلحت حکم کے ذریعہ سے روکا ہے یعنی بشرط عدل چار بیویوں
تک کرنا جائز رکھا ہے اور عدل کی ایسی شرط لگائی ہے جو بجز بزرگان دین اور مقدس اشخاص
اور کوئی شخص اسکی پابندی نہیں کر سکتا۔ مذہب اسلام سے پہلے تمام دنیا اور تمام مذاہب میں
تعداد ازدواج جائز تھا اور [illegible] بیسیوں عورتیں رکھتے تھے۔ لیکن اسی مذہب نے نہایت ہی
خوبصورتی سے ان کی تعداد گھٹا کر ایک بی بی سے نکاح کرنیکا سبق دیا۔ چنانچہ جب حضرت
علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر سوت لانے کا ارادہ کیا تو [illegible]

نہیں اس بات کی اجازت نہیں دی اور حضرت علی نے انکی حیات میں کسی دوسری عورت سے عقد نہیں فرمایا اس سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت امت کے لئے زیادہ بیویاں کرنا پسند نہیں فرماتے تھے - بزرگان دین نے بھی بیویوں کو علانیہ بڑی احتیاط کی ہے - اب ترکی میں بھی ایک ہی بیوی سے گذر کرنیکا عام رواج ہے اور خدا کے فضل سے اضلاع مغربی شمالی ہند - پنجاب - بنگال - بمبئی وغیرہ میں یہ تعداد ازدواج کا رواج روز بروز گھٹتا ہی جاتا ہے - مگر نسبت اور مقاموں کے ابھی دکن میں یہ رواج باقی ہے - امید ہے کہ یہاں بھی اس رواج پر لوگ توجہ فرمائینگے اور زیادہ عورتیں کرنے کی عادت کو ترک کر دینگے جس سے بجز بے آرامی اور تکلیف اور خرابی تمدن کے اور کوئی نتیجہ متصور نہیں - اسلام نے بشرط عدل چار بیویوں تک کرنے کی اجازت دی ہے مگر اس بات کو کوئی فرض قرار نہیں دیا کہ ہر ایک شخص خواہ مخواہ گو ایک بیوی رکھنے کی بھی استطاعت نہو متعدد بیویاں کرے اور اپنی دنیا اور دین دونو بگاڑلے - ظاہر ہے کہ زیادہ عورتیں کرنے سے علاوہ جسمانی اور مالی نقصانوں کے معاشرتی مضرتیں بھی بہت ہیں - جنہیں متعدد بیویاں رکھنے والے ہی کچھ خوب جانتے ہیں - اور انہیں خیالات کی وجہ سے سرسید احمد خان مرحوم تعدد ازدواج کے مخالف تھے -

رسوم شادی

سرسید احمد خان مرحوم اسی مضمون میں لکھتے ہیں کہ جو رسوم شادی کی ہم مسلمانوں میں رائج ہیں ایک بھی ان میں سے مذہب اسلام کی سی نہیں ہے اور جیسی نالائق اور نا مہذب وہ رسمیں ہیں شاید ہی اور کوئی رسم اس سے زیادہ ناشائستہ

اور نامہذب ہو گئی ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اب یہ فضول اور تکلیف دہ رسمیں مسلمانان ہند بڑی سرعت کے ساتھ چھوڑتے جاتے ہیں۔ مگر پھر بھی دکن میں ان فضول رسموں کی طرف اہل اسلام نے توجہ نہیں فرمائی۔ افسوس ہے کہ ان نامہذب رسموں کی بدولت صدہا خاندان مفلس و قلاش ہوتے چلے جاتے ہیں۔ کاش وہ روپیہ جو ان لغو رسموں میں صرف کیا جاتا ہے دولہا دولہن کی تعلیم و تربیت میں صرف کیا جاتا اور اس سے ملک و ملت کو فائدہ عظیم پہنچتا۔

رسوم غمی

اسی مضمون میں ان رسوم کی نسبت بھی سرسید احمد خان مرحوم یہ ریمارک فرماتے ہیں کہ "اسیطرح رسوم غمی کا حال ہے کہ برخلاف مذہب اسلام کے ہم نے نامہذب و ناشائستہ رسمیں اختیار کر لی ہیں"

غمی کے متعلق بجز تجہیز و تکفین کے جو بہت ہی سادہ طور پر ہے اور کوئی فضول رسم اسلام میں موجود نہیں ہے۔ یہ سب رسمیں مسلمانوں نے ہندوستان میں دوسری قوموں سے سیکھی ہیں اور اب بڑی خوشی کی بات ہے کہ وہ قومیں خود ہی ان رسموں کو بڑی سرعت کے ساتھ چھوڑتی چلی جاتی ہیں۔ مغربی، شمالی وغیرہ صوبہ جات ہند کے مسلمان جابجا ان رسموں کو چھوڑتے جاتے ہیں۔ مگر دکن میں ابھی ان رسموں کی طرف کسی کو بھی خیال نہیں۔ یہاں مردہ کا دسواں، بیسواں، چہلم، برسی وغیرہ سب ہی کچھ بڑی دھوم دھام سے کی جاتی ہے اور ان فضول رسموں میں ہزاروں روپئے

صرف کئے جاتے ہین۔ شادی بیاہ کیطرح مرگ کے موقع پر بھی لوگون کو دعوتین دیجاتی ہین
اور حصے تقسیم کئے جاتے ہین۔ اگر یہی خیر رقم مردہ کے نام پر محتاج خانہ یا مسلمانون کے مدارس
یا اور کوئی قومی کام مین دے دیجائین۔ تو اس سے کسقدر فائدہ ملک و قوم کو متصور ہے
مکہ مسجد کے شود دون کو روٹیان لٹانے اور رستے چلتے فقیرون کو کھلانے سے
محتاجون کی تعداد دن دونی رات چوگنی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ ہماری قوم خیرات تو
بہت کرتی ہے۔ مگر اس بدتمیزی اور اس نامہذب طور سے کرتی ہے کہ نہ تو ملک و قوم کو
کوئی فائدہ ہوتا ہے اور نہ خیرات کرنے والون کو کوئی ثواب آخرت ملتا ہے۔ حیدرآباد مین
کئی مدرسے تعلیم مذہب کے اسوقت موجود ہین جنمین مختلف ملکون سے طالب علم آکے پڑھتے ہین
کیا ہمارے یہان مسلمانون کو یہ معلوم نہین کہ جب تک مذہبی تعلیم باضابطہ نہو گی اور مولویون
کی تعداد بغرض تعلیم مذہب پڑہائی نہ جائیگی اسوقت تک مذہب قائم نہین رہ سکتا ہے
اسباب کو تو سب جانتے ہین۔ مگر ان مذہبی مدارس کی اعانت بہت ہی کم کی جاتی ہے
اگر یہی روپیہ جو حیدرآباد کے مسلمان غمی کی تقریبون مین فضول صرف کرتے ہین ان
مدارس کو دے دیا جایا کرے۔ تو اس مردہ کی روح کو کسقدر ثواب حاصل ہو سکتا ہے۔
میری رائے ناقص مین یہ ہے کہ اس خیرات سے مردہ سیدہا جنت نعیم مین پہنچ جائیگا
اور دنیا مین مذہب اسلام بھی باقی رہیگا۔ ورنہ ایک دن وہ بھی یون ہی مردہ ہو جائیگا اور
پھر اسکی فاتحہ دلانے والا بھی کوئی باقی نہ رہے گا۔

غلامی | تہذیب الاخلاق کے مضمون "غلامی" کے ذیل مین سرسید مرحوم لکھتے ہین

گو انگریزوں کی کوششیں جو غلامی کے بند کرنے میں ہوئیں انکے ہم دل سے ثناخوان ہیں اور اسبات کو بھی دل سے قبول کرتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی انگلش گورنمنٹ نے غلامون کی تجارت بالکل موقوف کر دی۔ اور بردہ فروشی بھی بند ہوئی۔ مگر ہم دل سے گورنمنٹ کی کارروائی کی جو ہندوستان میں غلامی کی نسبت ہوئی ہے ثناخوان نہیں ہیں۔ ہمکو ظن غالب ہے کہ ہندوستان میں درمیان ہندوستانی عملداریوں کے بردہ فروشی جاری ہے اور گورنمنٹ کچھ کافی تدبیر اسکے لئے نہیں کرتی۔ بعض دفعہ ہمکو خود انگریزی عملداری میں بردہ فروشی ہونے یا لونڈی یا غلام لانے کا شبہہ پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ ہم کسبیوں کے ان نئی نئی نوچیون کا اور ہیجڑون کے ان نئے چیلون کا اور نوابون کے ان نئے نئے خواجہ سراؤن کا آنا سنتے ہیں۔ ہم دل سے کہتے ہیں کہ ان سب باتون کا گناہ اب تک انگریزی گورنمنٹ کے سر پر ہے۔ موجودہ قانون ان امورات کے تدارک کے لئے کافی نہیں ہیں۔ مگر امید ہے کہ کسی دن یہ رسم بد ہندوستان سے بالکل موقوف ہوگی۔

ہمین اپنی رحمدل گورنمنٹ کا مشکور رہنا چاہئے کہ اب اس نے یتیم اور لاوارث اطفال کی پرورش کا معقول انتظام فرمایا ہے۔ ہم بہ ادب یہ گزارش پیش کر سکتے ہین کہ لاوارث لڑکیون کی طرف سرکار بہت ہی توجہ فرمائے اور انہین اپنی حفاظت مین لے۔ کیونکہ جب سرکار لاوارث مال کی مالک ہوتی ہے۔ تو اس کو لاوارث لڑکیون کی پرورش اور تعلیم و تربیت بھی ضروری ہے۔ ہمارے نزدیک یہ طریقہ مستحسن نہین ہے کہ لوگون کو لاوارث لڑکیان پالنے کی اجازت دی جائے۔ اگر اہل ہنود کے قومی یتیم خانے

لڑکیوں کے لینے کی درخواست کریں تو انہیں ہندو لڑکیاں دے دیجائیں اور مسلمان یتیم خانہ کو مسلمان لڑکیاں حوالہ کی جائیں۔ مگر خانگی اشخاص کو لڑکیاں دینا یا لڑکیوں کے وارثوں کا پرورش کے لئے انہیں لڑکیاں حوالہ کرنا کبھی جائز رکھنا نہیں چاہئے۔ علاوہ ازیں سرکار براہ کرم رنڈیوں اور بھڑووں کے گھروں کی پوری نگرانی فرمائے اور کوئی لڑکی یا لڑکا انکے ہاتھ میں جانے نہ پائے۔

باقی آیندہ

کلام مرزا حیرت مرحوم

ہم نے اپنے رسالہ جلد ۴ نمبر ۱ میں پروفیسر مرزا حیرت مرحوم کے مختصر حالات لکھے تھے مگر افسوس رہا تھا کہ مرحوم کا کلام ہمارے ہاتھ نہ لگا کہ ناظرین انکی شاعرانہ قابلیت اور قوت کا اندازہ کر سکتے۔ اسوقت ہمارے ایک مہربان دوست نے بڑی محنت سے انکا کچھ کلام جمع کر کے ہمارے پاس بھیجا ہے جسے ہم نہایت شکریہ کے ساتھ درج رسالہ کرتے ہیں۔ امید ہے کہ ہمارے معزز ناظرین اونکے کلام کی فصاحت اور روانی اور خوبی کی داد دینگے اور ذوق کے ساتھ پڑھینگے۔

یہ سچ ہے کہ جب تک شاعر کا پورا کلام نہ دیکھا جائے اسوقت تک کوئی صحیح رائے اسکے متعلق قائم نہیں ہوسکتی۔ لیکن تاہم جسقدر اس نمبر میں اور دوسرے نمبر میں مرزا حیرت کا کلام درج ہوگا اس کے دیکھنے سے معلوم ہو جائیگا کہ کسقدر شیرینی۔ فصاحت اور زور اونکے کلام میں ہے۔ اور اونکو مطالب ادا کرنے میں کسقدر قدرت حاصل ہے خصوصاً دوسرے نمبر میں جو کلام انکا درج ہوگا اس سے یہ خوبی اور بھی واضح ہو جائیگی۔ انکا کلام بلاشبہ استادانہ ہے اور میری رائے میں شاعرانہ ہر طرح ترجیح



پروفیسر مرزا حیرت مرحوم

ای صورت حسن از تو پیدا — وی معنی عقل بر تو شیدا
عالم همه جسم و تو مجسم — گیتی همه اسم و تو مسمی
از هر چه گمان برم تو پنهان — در هر چه نظر کنم تو پیدا
اسمای تو را جهان مظاهر — اعیان وجود ظل اسما
ذرات شهود را بدایت — مرجع همه بوده از تو مبدا
یعنی ز تو عقل و نفس امکان — یعنی ز تو صورت هیولا
آدم به هدایت تو ملهم — عالم به ولایت تو والا
انوار ظهور را تو منبع — اسرار وجود را تو معنی
هم غمزه تو قرار عاشق — هم طره تو ضلال دانا
بر قلب حزین نهاده پای — اهلا لک مرحبا و سهلا
هر جا گذرم ز عرش تا فرش — هر سو نگرم ز پست تا بالا
سرتاسر بارگاه امکان — در تا در کارگاه اشیا
ذرات شهود و هست و هشیار — افراد وجود زشت و زیبا

هر یک به زبان حالتی که دارند
گویند که لا اله الا

۴
هر که گذشت [illegible] داشت نقش جان را — انجمن جان [illegible] جلوه گه جانان را
[illegible] گر پیشه خرد [illegible] ما را — [illegible] گرو اگر ز [illegible] ستان را

—
[illegible] — آزمو [illegible]
[illegible] باشد [illegible] پیمانه — [illegible]
چون [illegible] ضبط [illegible] شود — [illegible]
[illegible] نیارند [illegible] — عارفانی [illegible] را
بعنایت [illegible] پاکوششی — [illegible] خاکی [illegible]
چند [illegible] — ای [illegible] آن [illegible]

۵
[illegible] کوی [illegible] — سخن آنست که [illegible] این میدان را
[illegible] آن باده [illegible] عاشق [illegible] — تا هم [illegible] خدا این [illegible] شیطان را
کار دیوانه [illegible] — [illegible] باشد [illegible] را
[illegible] همت [illegible] خویش — کار فرمود [illegible]
پرده یکبار [illegible] تماشا [illegible] — تا هم در [illegible] را
ای طبیب از سر ما [illegible] خدا دست بدار — [illegible]
همه عالم بجفا کردن من [illegible] — [illegible]
من و دیوانگی [illegible] — گر توانی [illegible]

[illegible] ما
[illegible] گلستان [illegible]
[illegible] یک
[illegible] حچو [illegible]
[illegible] ما
[illegible]
[illegible] خوش [illegible]

[illegible] را
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible] نوا گفتن

۴

[illegible] مرا
[illegible] گل [illegible] مرا
[illegible] مرا
[illegible] مرا
[illegible] مرا
[illegible] گردیدن مرا
[illegible] مرا
[illegible] مرا

[illegible] عالم [illegible] را
[illegible] را
[illegible] را
[illegible] را
[illegible] را
[illegible] را

۶

عیشی است بروی تو دو چشم نگرانرا — گر باده بجام است به پیما دگرانرا

و بیخبر از خویش بحسرت نگرانم — کی باخبرم ساخت این بیخبرانرا

با آنکه بپاییم بنصیبا ز تو ندیدیم — سرتاسر آفاق کران تا بکرانرا

ره سخت و شب تار و رفیقان همه رهزن — جز لطف خدا کو بود این نوسفرانرا

صاحب نظرانند در این بادیه چندی — تا خود بشناسی ره صاحب نظرانرا

یارب ز چه رخ نرم شد این سخت دلانرا — یا دل ز چه رو نرم شد این سیمبرانرا

رهگذران است و جهانست و جهان نیز — عاقل نکند تکیه جهان گذران را

صبح است مها خیز و بده رطل گرانی — از سر بنهم تا مگر این خواب گران را

از واقعهٔ یوسف و یعقوب هویداست — عشق است که راحت فتد سد پدرانرا

بخشی نه بخفاش که خورشید نه بیند — فقدان بصر نیست کند بی بصرانرا

بازوی اگر رنجه کنی باز چه بازی — تا چند زنی سنگ ستم بسته پرانرا

این بی سر و پا بین که طمع بسته بجائی — کانجا همه جا نها شده در پای سرانرا

حیرت تو کجا دست توان در کمر آری — آنرا که سر انداخته صاحب کمرانرا

۷

از موی یار بوئی پیرایه عقل و جان را — در لعل دوست غزنی سرمایه بحر و کان را

ز آغاز کردی بدی دل مشکل جدائی — آسان رها نکردی دنبال کاروانرا

زلفش براه دلها ابرو بقصد جانها — افکند این کمند و برکرد آن کمانرا

دیگر بیابان شمشاد هرگز نمی‌نشانند — گر باغبان ببیند آن سرو راستان را
بهر نشست بی کرانه هر قطره قلزمی شد — گر مرد آشنائی بر نیم‌بان میان را
ای نوبهار خونین روئے تو گلستانیست — یارب مبادا دستی برگشتن خزان را
جان تشنه سنان است آخر زبان چه دارد — گر خود بیا زبانی یکبار آن سنان را
یک گردش از دو چشمش با انقلاب دارد — تهمت نهد منجم ادوار آسمان را
هر کو شبی بروزی تا صبح برده باشد — داند که چون گذاریم ما در غمت شبان را
سیمرغ و داستانش تا هیچ آشیانش — اندیشه نالست عصفور ناتوان را
چون گنج شایگان است آئین عیش بیما — گر شایگان جوانی است این گنج شایگان را
یا مسجد است و غافل ساقی نهان عاقل — دیوانه در تکاپو اسرار کان فکان را
آتش عیان بگیرد یکباره درد و عالم — یکبار اگر بگوییم راز دل نهان را
بر خاک کشتگانت چون بگذری مسیحائی — تا جان تازه یابند یاری بکش عنان را
مرگ بکام یارم هر جانب است آگهی — ایکو نه عشق زیبد معشوق لامکان را
من رند بی‌سروپا معشوقه لاابالی — شادم که می‌پسندد این دوست عاشقان را
حیرت نه مرد عشقی از ناله لب فروبند — ترسم نیاری اسناد اسباب امتحان را

۸

یک جان و صد هزار خستگیها — یک کار و صد هزار بستگیها
مائیم و یک استخوان و آن نیز — یک مفصل و صد شکستگیها

درد آگهی و جستجوها — پیوستنها گسستگیها
در دام غمی فتادنی بود — حاصل ز تمام رستگیها
پیمان بغمت درست بستیم — با این همه دل شکستگیها
یارب نظری بسوی ما کن — ای مرهم ریش خستگیها

۹

چه سزد بغیر تسلیم همه امید مستمندت — چو رها شدن محال است ز حلقه کمندت
دل و تیر امتحانت سر و تیغ جانفشانت — تن و خاک آستانت من و مهر دلپسندت
نشکوهم از بعیدم تو نتاختی سمندی — سر ما نداشت قدری که بپا زند سمندت
من و جان ناپسندی که بهیچکس نگیرد — بجرم امیدوارم مگر او فتد پسندت
منگر به پستی حال و بدست کوته من — سر من ز خاک بردار به همت بلندت
همه بخت ما بخواب است ز چرخ نیمخوابت — همه کام ما چو زهر است از لعل نوشخندت
عجبی نباشد ار سر زمن گدایت بلی — که ز هر طرف شهانند فتاده پای بندت
بهزار پند کاگه خواجه شنیدم از تو باری — تو یکی ز من فراگیر و بمند لب ز پندت
بگشای پرده از روی و چشم بد میندیش — که نبار عشق غیری دل عاشقان سپندت
بعنایت تو کار است ز من چه کوشش آید — بجز آنکه طاقت آرم بفراق یا گزندت
چه هنر تراست حیرت که هوای وصل داری — به تن ضعیف یا خود بروان مستمندت
برو بجوی مستی و ز خویشتن برون شو — که زپای چو در آئی تو بدوش می برندت

۱۰

فرخنده سری آنکه بپای تو رسیده است / فرخنده‌تر آن دیده که رویت نگریده است

آن کیست که دامان ولای غمت از دست / ننهاد ولی دست تأسف نگزیده است

آسوده در آفاق [illegible] نشینم که از آنک / با عشق تو پیوسته ز آفاق بریده است

خوش طالع آن سر که بخاک تو نهاده است / خوش دولت پائی که ز خار تو خلیده است

از دانه و آبی که دهد سدره نفور است / مرغ دل ما تا بهوائی تو پریده است

آنکس که خم زلف تو نادیده نداند / تا چون من سودازده را پشت خمیده است

بیهوده نصیحت بتو ای خواجه جدا را / عاشق نشنیدیم نصیحت که شنیده است

آن پای گرافتاده تعنت مکشیدش / در بادیه بیچاره که بی راه بریده است

از لذت تشنیع و ملامت خبرش نیست / آنرا که بعمرش لب لعلی نگزیده است

۱۱

ما را غم زیان و تمنای سود نیست / با بود دوست حاجت ما را وجود نیست

بر هر چه نام هست چو انجام نیستی است / عذرش نه گرش سر بود و نبود نیست

ای دل پی فزایش خواهش چه میکنی / خو کن بکاهشی که در او جز فزود نیست

در عشق جو اثر که اگر صوت هر دو کون / در گوش بانگ موذن آهنگ عود نیست

در کارگاه عشق هوس را گذار نیست / در بارگاه حسن خرد را نمود نیست

از آتشش مترسان بیچاره را که ام / زان کو نه سوخته است کز او هیچ دود نیست

حیرت ز آنکه دل بعشق شدش دربدر امید / در شهر ما حدیث صدور و ورود نیست

آنجا که حاضری تو من از خویش غایبم / اینجا سخن ز عالم غیب و شهود نیست
بالا و شیب جلوهٔ یار است آشکار / با پای استداره هبوط و صعود نیست
لب بند چه بحث عشق فرو بند نیمها / ای واعظا این حکایت عاد و ثمود نیست
این تهمت وجود به من از چه می‌کنی / دانی که با وجود تو ما را وجود نیست
حیرت ز سوز سینه سر آید سخن ولیک / کس را خبر ز آتش جای وجود نیست
ای دل صبور باش که از وعده گاه عشق / گر وعده‌ای رود سخن از دیر و زود نیست

۱۲

ای آستان رفعت برتر ز آسمانت / وی گنجهای دولت در کنج آستانت
در وهم نیاید ما را ره جنابت / با آنکه جای باشد پیوسته در جنانت
درویشی ست ما را در راز تو پادشاهی / سلطانی است ما را در خیل بندگانت
گر میکشد جنابت جان من و حمایت / ور میکشد عنایت دست من و عنانت
جان دادن از عتابت خوشتر که در عنایت / چون جان بیایدم داد آن به که در عیانت
از هر طرف ستاده عشاق و کمینت / باشد که تیری آخر بکشاید از کمانت
بیچاره صعوه را بین در سر هوای عنقا / ای بینوا که برده است از یاد آشیانت

۱۳

بر پای خم امروز ز میخانه سری نیست / کز خاک در پیر مغانش اثری نیست
سرتاسر آفاق کنون هیچ سری نیست / کز خاک در دوست بر آن سر اثری نیست

بیخودی ای دوست در این راه گذری نیست — کس را بخرابات جز این راهبری نیست
امروز بهر جای جهان بوم و بری نیست — کز عشق من و حسن تو آنجا خبری نیست
دارد ز چو رو جان قفس رشته بگردن — آنمرغ که جز سوی تو اش بال و پری نیست
هر جا که شبی بود سحر آمدش از پی — یارب شب ما را مگر از پی سحری نیست
گاهی بدر میکده گاهی بدر دوست — امروز چه من از همه در دربدری نیست
دیدیم کران تا بکران انفس و آفاق — شیرین چو لبش هیچ دگر در شکری نیست
یک گوشه ندیدیم که در حسرت آن چشم — درمانده بخون دشتک لبی چشم تری نیست

بگشای ز رخ پرده که بیگانه نبیند — آن روی و مرا با تو ز هستی خبری نیست
اینجا چه مرا از سر و دستار بگوئی — دستار کجا ماند کسی را که سری نیست
کس را ز تو پرسید بکن آن طور که خواهی — دانی تو که از کوی تو ما را گذری نیست
گر خود بشری باشد و چشمش بتو بیست — حیران تو مانده است و الا بشری نیست
دیگر شدن ما همی نظر کن که ببینی — بی بانگ انا الحق و تقی بر شجری نیست
ابنای زمانرا چه تو مشغول چه رهی — آیا همی فلک را چه تو ... سپری نیست
در حیرت از این نغمه اثر کندیده — گویند که در مجلس رندان خبری نیست

سرو ما را گلستانی دیگر است — ماه ما را آسمانی دیگر است

این مگو با ما ز سرو بوستان — سرو ما را بوستانی دیگر است
هر کس از عشقی سر آید داستان — عشق ما را داستانی دیگر است
در کف ابروی تو گو هر زمان — در شکار دل کمانی دیگر است
هر سر مژگان آن زیبا پسر — بهر قصد جان سنانی دیگر است
زلف و خال و چشم و ابرو چهر و لب — در بهر سو جان ستانی دیگر است
از بیان عشق زاهد لب ببند — هر بیانی را زبانی دیگر است

میهمانا نسیم ما را هر دمی — از نعیم غیب خوانی دیگر است
راستی با غضب ناکی دیا — این بشوخی امتحانی دیگر است
هر کسی را تن بجان زنده است — زنده تن ما را بجانی دیگر است
تیر غازی جان شکن باشد ولیک — تیر مژگان را کمانی دیگر است
او ز خود بیرون و هر کس را بخود — در حق حیرت گمانی دیگر است

۱۸

مدتی دل در سنا و دولتش آرام داشت — صید وحشی بود دل وز قید زلفش رام داشت
دام دلها کرد مشکین طره را در چشم و لب — دانه این دام مشکین شکر با دام داشت
خون خلقی از نگاهی ریخت اندر یک نفس — کافرم این قوه گر بهرام خون آشام داشت
آنکه گفت این صبح و این شام گر تابکی — بی ثمر گفت این سخن کی صنع خالق شام داشت

دولت جامی کہ تا بی بادہ ما را زندہ کرد ورنہ جان ما کجا بی جام جانان نام داشت
اگر گفتی صد بدایع سخت میراند سخن چند عشق دیدم مسلم لیک طبعی نام داشت
دلق صوفی را بدون تجربت خوردم فریب پردہ چون بر داشت دیدم کاندر آن اصنام داشت
صوفیان را حال صافی نیست ای دل شو دوا کی کجا رنگ صفا این دلق اندر فام داشت
خدمت جام جہان بین کن کہ از جم یادگار جم جہان جوئی نکردی گر بکف این جام داشت

خواجہ گفت این کار انجامش کجا خواہد گذشت عاشقان را کی ز آغاز و کی انجام داشت
حیرت از دیوانگی آخر بعالم شد علم ورنہ خود دیوانہ کی پروای ننگ و نام داشت

نظم عاری

نظم عاری ہمنے اس نظم کا نام رکہا ہے جو غیر مقفے یعنی ردیف اور قافیہ کی پابندی سے آزاد ہو اس طرح کی نظمین کچہ عرصہ سے ہماری مشہور ناولسٹ مولوی عبدالحلیم صاحب شرر کے نامی رسالہ دلگداز مین چہپ رہی ہین موجودہ میدان شاعری کو تنگ سمجہکر آجکل یہ خیال پختہ ہوتا جاتا ہے کہ اسمین وسعت پیدا کی جائے اور اسی خیال سے چند صاحبون نے اسمین طبیعت آزمائی کی ہے اسوقت ہم اوسکی خیر مقدم اور مبارکباد کہتے ہین اسکی کامیابی اور ناکامیابی کی نسبت کچہ نہین کہہ سکتے۔ ابتدا مین چونکہ ہم لوگونکے کان ایسی بے ردیف نظم سننے کے عادی نہین ہین لہذا ضرور سمع خراشی معلوم ہوگی مگر ہمکو اسکی پروا نہین کرنا چاہئے کیونکہ ابتدا مین ایسا ہی ہوتا ہے۔

ہمارے نزدیک یہ کوئی نیا خیال نہیں ہے جو آجکل پیدا ہوا ہو بلکہ مدت سے لوگوں کو اسکی طرف توجہ تھی۔
چنانچہ شمس العلما مولوی محمد حسین صاحب آزاد اور مولوی محمد اسمعیل صاحب وغیرہ نامور لوگوں نے اس طرز میں اچھی نظمیں لکھی ہیں
جنمیں باوجود ردیف اور قافیہ نہونیکے شاعری کا لطف موجود ہے اور سب سے زیادہ مضمون پر مولانا خواجہ الطاف حسین صاحب
حالی نے غور سے نظر ڈالی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "قافیہ بھی ہمارے یہان شعر کے لئے ایسا ہی
ضروری سمجھا گیا ہے جیسے کہ وزن۔ مگر درحقیقت وہ بھی نظم ہی کے لیے ضروری ہے
نہ شعر کیلئے۔ اسباس مین لکھا ہے کہ یونانیون کے یہان قافیہ بھی (مثل وزن کے) ضروری
نہ تھا اور جشونی نام ایک پارسی گو شاعر کا ذکر کیا ہے جس نے ایک کتاب مین اشعار غیر مقفی جمع
کئے ہیں یورپ مین آجکل بلینک ورس یعنے غیر مقفی نظم کا بہ نسبت مقفیٰ کے زیادہ رواج ہے
اگرچہ قافیہ بھی وزن کیطرح شعر کا حسن بڑھا دیتا ہے جس سے کہ اسکا سننا کانون کو بھلا
خوشگوار معلوم ہوتا ہے اور اسکے پڑھنے سے زبان زیادہ لذت پاتی ہے۔ مگر قافیہ
اور خاص کر ایسا جیسا کہ شعرائے عجم نے اسکو نہایت سخت قیدون سے جکڑ بند کر دیا ہے اور پھر
اسپر ردیف کا اضافہ فرمائی ہے شاعر کو بلاشبہ اسکے فرائض ادا کرنے سے باز رکھتا ہے
جسطرح صنایع لفظی کی پابندی معنی کا خون کر دیتی ہے اسیطرح بلکہ اس سے
بہت زیادہ قافیہ کی قید ادائے مطلب مین خلل انداز ہوتی ہے شاعر کو بجائے اسکے کہ
سب سے اول اپنے ذہن مین ایک خیال کو ترتیب دیکر اسکے لئے الفاظ مہیا کرے سب سے
پہلے قافیہ تجویز کرنا پڑتا ہے اور پھر اسکے مناسب کوئی خیال ترتیب دیکر اسکے ادا
کرنے کے لئے ایسے الفاظ مہیا کئے جاتے ہین جنکا سب سے آخر جزو قافیہ مجوزہ

قرار پاسکے کیونکہ اگر ایسا نکرے تو ممکن ہے کہ خیال کی ترتیب کے بعد کوئی مناسب قافیہ بہم نہ پہونچے اور اس خیال سے دست بردار ہونا پڑے پس درحقیقت شاعر خود کوئی خیال نہین باندہتا بلکہ قافیہ جس خیال کے باندہنے کی اُسے اجازت دیتا ہے اسکو باندہ دیتا ہے۔ اکثر غزل اور قصیدہ مین اول آخر مصرع جسمین قافیہ ہوتا ہے اندہا دہند کسی نہ کسی مضمون کا گھڑ لیا جاتا ہے اور پھر اسکے مناسب پہلا مصرع اس پر لگایا جاتا ہے سچ یہ ہے کہ شعر کو زیادہ خوش نما بنانے کے لئے اسمین ایک ایسی قید لگائی جس سے شعر کی اصلیت باقی نہ رہی بعینہ ایسی بات ہے کہ لباس کو زیادہ خوش نما بنانے کے لئے اسکی ایسی قطع رکھی جائے جس سے لباس کی علت غائی یعنی آسایش اور پردہ دونون فوت ہو جائین الغرض وزن اور قافیہ جنپر ہماری موجودہ شاعری کا دارومدار ہے اونکو سوا اسمین کوئی خصوصیت نہین پائی جاتی جسکے سبب سے شعر پر شعر کا اطلاق کیا جاسکے یہ دونون شعر کی ماہیت سے خارج ہین اسی سے زمانہ حال کے محقق شعر کا مقابل جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے نثر کو نہین ٹھہراتے بلکہ علم و حکمت کو ٹھہراتے ہین وہ کہتے ہین کہ علم و حکمت کا کام براہ راست یہ ہے کہ ہدایت کرے تحقیقات مین مدد پہنچاوے اور حقائق کو روشن کرے عام اس سے کہ کوئی اس سے محظوظ و متعجب یا متاثر ہو یا نہو اسیطرح شعر کا کام براہ راست یہ ہے کہ فی الفور لذت یا تعجب یا تاثیر پیدا کرے عام اس سے کہ حکمت کا کوئی مقصد اس سے حاصل ہو یا نہو اور عام اس سے کہ نظم مین ہو یا نثر مین ہو۔

ہم بلاشبہ ان محققانہ خیالات کی دل سے قدر کرتے ہین بلکہ اسکے مطابق عمل کرنے کی کوشش کر رہے ہین مگر بالفعل ہمارے لئے چند اچھوتے اور مختلف نمونونکی سخت ضرورت ہے گو ہماری شاعری مین نیچرل شاعری کا پتہ کہین کہین لگتا ہے اور اہی دیوانونمین جستہ جستہ اعلے درجہ کے اشعار موجود ہین لیکن مولانا حالی نے اسکی مستقل بنیاد ہماری زبان مین قائم کردی ہے جسکے اثر سے آجکل لوگونکی طبیعتین اسکی طرف زیادہ مائل ہین اور روز بروز اسکے کہنے اور سننے والون کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے اسیطرح سے اگر اسپر بھی چند قلم کے حاکمون نے ارادہ کیا تو کچہہ تعجب نہین ہے کہ اسکو بھی وہی درجہ نصیب ہو!

بالفعل ہم ایک چھوٹی سی نظم عاری مشورۃً پبلک مین پیش کرتے ہین۔ گر قبول افتد

تیری یاد

افسوس یہ جاڑے کی راتین — پردیس کا یہ سنسان مکان

تنہائی مین کاٹے کھاتا ہے — اور آنکھ نہین لگتی ایک پل

دم میرا الجھنے لگتا ہے — گھبرا جاتا ہے جی میرا

ہین آس پڑوس مین لوگ بھرے — مست اپنی اپنی حالت مین

یہ درد کہون تو کس سے کہون — اور حال سنے تو کون سنے

کٹ جاتی ہو جب رات یونہین — اور پو پھٹنے کو ہوتی ہے

کمل مین لپیٹ کے منہہ اپنا
کوشش سونے کی کرتا ہون
کچہہ آنکھ یو نہین لگجاتی ہے
لیکن وہ کافر وہ سیان تیرا
کب چین سے سونے دیتا ہے
پھر اٹھ کے ٹھلنے لگتا ہون
یہ جانتا ہون موجود ہے تو
اور باتین ہونے لگتی ہین
گر ذکر محبت کا تیری
گر تیری پیاری صورت کا
سن لیتا ہے جب غیر کوئی
اور چٹ اندر آ جاتا ہے
بھر کر ایک ٹھنڈی سانس وہین
رو دیتا ہون اسکے آگے
جب میرا ایمان یہہ عالم ہے
تو تیرا داہان اللہ بیلی

جلسہ انجمن اصلاح تمدن

بتاریخ انجمن اصلاح تمدن کا ایک جلسہ قرار دیا گیا ہے جسمین خاصکر شمس العلماء مولانا شبلی صاحب کو مدعو کیا گیا۔ اور مولانا ہی کو اس جلسہ کا صدر تجویز کیا اس جلسہ مین علاوہ ممبران انجمن دیگر معززین بہی تشریف لائے تھے۔

اول سکرٹری نے مختصر طور پر انجمن کے مقاصد بیان کئے اور مولانا سے التجا کی کہ وہ انجمن کے مقاصد کے متعلق کچہہ تقریر فرما کر انجمن کو عزت بخشین۔

اسکے بعد خواجہ غلام الثقلین صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال بی نے ایک برجستہ اور پر زور تقریر فرمائی۔ انہون نے کہا کہ ہماری قوم مین قابل اصلاح برائی تحریکی

کچھ کمی ہین اور ہر ملک مین برائیان ہوتی ہین لیکن اسلامی مذہب نے کبھی ان رسوم کی اجازت نہین دی۔ ہمارے لئے اصلاح نہایت آسان ہے کیونکہ وہ تمام مسائل جنپر کاربند ہونا ہمارا فرض ہے قرآن پاک مین موجود ہین۔ علاوہ شادی کے اور بہت رسوم ہین جہان اسراف ہوتا ہے چنانچہ ہمارے خیرات کا طریقہ خاصکر اصلاح کا محتاج۔ خیرات کے طریقہ کے متعلق بہت کچھ کہا جا سکتا ہے خصوصاً حیدرآباد مین جہان افسوس ہے کہ بہت سا روپیہ بُری طرح صرف ہوتا ہے۔ شادی تو شادی مرنے کے متعلق بھی بہت تکلیف دہ اور مذموم رسوم مروج ہین اسیطرح عیدون۔ تہوارون مین اسراف ہوتا ہے۔ غرض مصارف کی کمی بہت وسیع ہے جسکی اصلاح کی سخت ضرورت ہے ہماری بہبودی کی سبیل یہ ہے کہ فضول مصارف مین کمی کرکے روپیہ مد مصرف مین لائین اور یہی طریقہ ہے جسکی وجہ سے یورپ کے ممالک مین ترقی ہوئی لیکن جو صاحب اصلاح تمدن کرنا چاہتے ہین ان پر یہ اعتراض ہوگا کہ پہلے اپنی اصلاح کرین ورنہ انکی نصیحتین بے وقعت ہوجائینگی۔ انپر لازم ہے کہ وہ اپنے جذبات کو روکین اور تنگی اٹھائین اور عملی طور پر کام کرکے دکھائین جیسے مولوی نظام الدین حسن صاحب اور نواب ممتاز یار جنگ بہادر نے اپنے آپکو ثابت کیا ہے

بعد ازان مولانا شبلی نے حسب ذیل تقریر کی۔

شمس العلما مولانا شبلی کی تقریر انجمن اصلاح تمدن مین

سب سے اول مین آپ صاحبون کا شکریہ ادا کرتا ہون اگر مجھے یہ خیال نہوتا تو کہ

آنرودن دل و دستان جہل ست وکفر ۔ وہ میت ہل تو میں کبھی اس منصب کو قبول نہ کرتا ۔ اور نہ میں اس کا اہل تھا ۔

بو مقاصد اس مجلس کے ہیں وہ مجھے اس سالہ سے جو نواب محسن یار جنگ بہادر نے مجھے عطا کیا تھا ۔ اور نیز اُس تقریر سے جو معزز سکرٹری صاحب کی معلوم ہوئے ۔ آپکا مقصد بہت وسیع ہے ۔ تمدن کا لفظ بجائے سولی زیشن ہے ۔ یہان اسکا ترجمہ تہذیب کیا گیا ہے ۔ لیکن مصر و شام میں اسکا ترجمہ مدنیت کیا ہے وہ مناسب ہے ۔ وہ یہ لفظ نہایت وسیع ہے اور ایک نہایت وسیع مسئلہ کے متعلق میں اسوقت تقریر کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں ۔ مگر صرف ایک شاخ سے جو تعلق ہے اس انجمن سے اسکی نسبت کی کچھ کہنا چاہتا ہوں ۔

آپنے سردست یہ قرار دیا ہے کہ شادی کے مراسم جو فضول اور لغو ہیں کم کر دئے جائیں لیکن سب سے پہلے یہ خیال کرنا چاہئے کہ دنیا میں جو رسم قائم ہوتی ہے اسکا سبب کیا ہوتا ہے اور یہ کہ اب بھی وہ سبب باقی ہے یا نہیں ہے ۔

کوئی رسم خواہ کیسی ہی بدتر کیوں نہ ہو جب قائم ہوتی ہے تو اسکی کوئی نہ کوئی علت یا نیچرل اسباب ضرور ہوتے ہیں اسیطرح شادی کے رسم جو اسوقت بے معنی اور لغو معلوم ہوتے ہیں انکا بھی کوئی سبب تھا ۔

شادی ایک اس قسم کا معاہدہ ہے جسکا اعلان ہونا ضروری ہے تاکہ تمام لوگ اس سے واقف ہو جائیں ۔ اور اگر مابین زن و شوہر کوئی تکرار یا جھگڑا واقع ہو تو اسکا ثبوت پیش ہو سکے ۔ غرض یہ معاہدہ آیندہ زندگی پر قوی اثر رکھتا ہے ۔ اور اس لئے

اسکے واسطے اعلان کی ضرورت داعی ہوئی شریعت اسلام نے شادی کے متعلق سب کم کہتا یا اگر اسقدر ضرور اجازت دی کہ دف بجایا جائے - حالانکہ یون باجا بجانا منع ہے اسیطرح کم سے کم دو گواہ ہونگا ہونا ضروری ہے ورنہ نکاح ناجائز ہے بلکہ بعض کا یہانتک خیال ہے کہ عدم موجودگی گواہون سے نکاح نہ صرف پبلک کی نگاہ مین بلکہ خدا کے ہان بھی ناجائز ہے - درحقیقت باجا بجانا اور گواہون کا ہونا ایک قسم کا اشتہار ہے - اس زمانہ مین نہ رجسٹری کا قاعدہ تھا نہ اخبار تھے - آخر اعلان کیونکر ہوتا - اسواسطے یہ قواعد مقرر کیے گئے تاکہ جو فائدہ رجسٹری سے حاصل ہے وہ اس سے پیدا ہو - اب جہان رجسٹری کا قاعدہ جاری ہے وہان اسکی ضرورت باقی نہین رہی -

دوسری چیز طلب ناموری یا شہرت ہے - درحقیقت یہ جان انسانیت ہے اور ترقی کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے - دنیا کی ترقی کی اصلی وجہ یہی طلب شہرت ہے لیکن سوال یہ ہے کہ شہرت کیونکر حاصل کرنی چاہیئے - ایک مہذب اور غیر مہذب ملک مین فرق یہی ہے کہ ایک کے ہان صحیح اور جائز طریقے شہرت حاصل کرنے کے ہوتے ہین اور دوسرے کے ہان ناجائز - گر طلب شہرت مین دونون شریک ہین - مثلاً آجکل یورپ اور امریکہ کے لوگ کار خیر مین ہزارون اور لاکھون روپیہ دیدیتے ہین - گر ہندوستان کا ایک نیا جو دولتمند ہے وہ شادی کی تقریب مین لاکھون صرف کردیتا ہے کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ میری ناموری کا یہی ذریعہ ہے - یہ شادی کی رسمین اُسوقت کی قائم کی ہوئی ہین جب شہرت کے ذرایع اس سے بہتر اور اعلے نہ تھے -

تیسرا سبب مخصوص ہندوستان سے متعلق ہے اور شاید اور ملکون مین بھی ہو
یعنے لڑکی کا ساتھ لیجانا ۔ ہندوستان مین بیٹی دینا عار سمجھتے تھے اور خوشی سے شادی نہین
کرتے تھے ۔ دولہن کا اس طرح لیجانا اس امر پر مبنی تھا کہ گویا لڑکی زبردستی لیجاتا ہے ۔ رفتہ رفتہ
یہ رہ گیا کہ گھوڑے ۔ باجے ۔ پالکی اور دیگر شان و شوکت کے ساتھ لڑکی رخصت ہونگی
اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ اسباب اب بھی موجود ہین یا نہین؟ جاڑون کے کپڑے گرمیون مین
موزون نہین ہو سکتے اگر وہ اسباب موجود نہین ہین تو پھر ان چیزون کی کیا ضرورت باقی رہتی
ہے؟ اعلان اب بھی ضروری ہے اور جو کچھ شرع شریف نے اسکے متعلق بتایا ہے وہ
بالکل کافی ہے دف یا باجا بجانا گواہون کا ہونا ۔ اب رہا ذریعہ شہرت ۔ تو اس قسم کی تقریبین
اسکے لئے اب بالکل بیہودہ سمجھی جاتی ہین اور جون جون تہذیب بڑھتی جائیگی یہ چیزین مٹتی جائینگی
لیکن ایک امر سب سے ضروری ہے اور جسکی طرف مین آپکو متوجہ کرنا چاہتا ہون وہ یہ ہے کہ آپ
کیسی ہی انجمنین قائم کیجئے آپ کو کافی طور سے کامیابی نہین ہو سکتی ۔ ان رسوم مین بڑا حصہ
عورتون کا ہے سیکڑون کو تسلیم ہے کہ بہت سی رسوم لغو و فضول ہین اور ترک کر دینی چاہئین
مگر وہ عورتون کی حکومت سے آزاد نہین ہو سکتے ۔ اب سوچنا چاہئے کہ ہم کیونکر اس حکومت
سے آزاد ہو سکتے ہین ۔ مین یہ نہین کہہ سکتا کہ عورتین اس قابل نہین اور اون سے
یہ حکومت چھین لی جائے ۔ ہمنے عورتون کے بہت سے حقوق برباد کئے ہین اور
اونکی تلافی مین صرف یہ حکومت باقی رہگئی ہے ۔ ہم اس سے بآسانی آزاد ہو سکتے ہین ۔ اور
اسکا طریقہ یہ ہے کہ اونکو سمجھائین اور تعلیم دین کہ جائز ذریعہ شہرت یہ نہین ہے اور دوسرے

ذرایع شہرت کے انہین بتائے جائین یہ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنی ناموری چاہتا ہے - ہماری عورتین سرکاری عہدون پر نہین - تالیف و تصنیف کا کام نہین کرتین اور نہ اور کسی قسم کا کام اُنکے ہاتھ مین ہے جس سے ناموری حاصل کرین - تو پھر اونکے پاس کونسی ایسی چیز ہے جو اون کے حوصلہ اور جذبات کو دکھا سکے - اُن کے پاس صرف ایک یہی میدان رہ گیا ہے بچہ کے پیدا ہوتے ہی یہ خیال آتا ہے پھر اونکے دل مین رہتا ہے کہ اوس کی شادی دہوم دھام سے کرین جب یہ مسلم ہے کہ عورتون کے لئے سوائے اس میدان کے اور کچھ باقی نہین ہے تو ہمین چاہئے کہ ایسے ذرایع پیدا کرین کہ وہ اپنے حوصلے دکھا سکین اور پھر سب چھوٹ جائیگا - میرے خیال مین کسی کا قید رہنا آسان ہے مگر یہ کہنا کہ صبح سے شام تک ایک جگہ بند رہو اور کچھ نکرو بہت مشکل ہے - ہماری عورتون کے لئے اب کیا شغل ہے سوائے اسکے کہ بچے کی شادی کے سامان کرین اور اسی مین عمر اپنی زندگی بسر کرین اگر آپ چاہتے ہین کہ یہ رسوم مٹ جائین تو مردون کی کوشش سے یہ کام سرانجام نہین پا سکتا جب تک عورتون کو تعلیم نہ دیجائے اور وہ خود اپنی اصلاح نہ کرین -

اخیر مین مین اسقدر اور کہونگا کہ ہندوستان مین اصلاح کے لئے سیکڑون انجمنین قائم ہین لیکن قریباً سب ناکام ہین - اسلئے کسی انجمن کا نام سنتے ہی سب سے اوّل یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یہ بھی ایک لطف صحبت کیلئے ہے - اسلئے مین بقول ایک عربی کے یہ کہتا ہون -

کُن یداً و لا تکن لساناً

لوگ کہتے بہت کچھہ ہیں مگر اتنا کر نہیں سکتے - عرب کہتا ہے کہ زبان نہ ہو بلکہ ہاتھہ ہو -
اب میں اِسکے متعلق اتنا اور کہنا چاہتا ہون کہ ہمیں کچھہ کر کے دکھانا چاہیے
اگر ہر شخص عملی صورت بن جائے تو لوگ دیکھہ دیکھہ کر اس سے زیادہ تر متاثر ہونگے
انسان جسقدر آنکھہ سے سیکھتا ہے کان سے نہیں سیکھتا - اسراف بہت بڑی چیز ہے اِسے
روکنا چاہیئے - اور وہ ہم ہی میں نہیں بلکہ انگریزوں میں بھی ہے جنکی ہم تقلید کرتے ہیں
اِسلیئے جب ہم نمونہ بننا چاہتے ہیں تو ایسا بننا چاہیئے کہ کسی گروہ یا فرقہ کا اسراف ہم پر حاوی نہو

آنچہ دانی بشمار آنچہ ندانی بشنو

افسر

جلد ۵ اپریل سنہ ۱۹۰۶ء نمبر ۴

ایڈیٹر عبدالحق بی ۔ اے ۔

مطبوعہ حیدرآباد پریس
(واقع چھاؤنی پلٹن صرفخاص)

حضور پرنور

رسالہ افسر

۱ - یہ رسالہ بسرپرستی عالیجناب میجر نواب افسر الدولہ بہادر
سی - آئی - ای - کمانڈر انچیف افواج باقاعدہ و اڈیکانگ
اعلیحضرت بندگانعالی متعالی خلد اللہ ملکہم
ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو شایع ہوتا ہے -

۲ اس رسالہ مین ہر قسم کے علمی - اخلاقی - تاریخی - فلسفی اور تمدنی و فوجی مضامین
درج ہونگے - عمدہ کتابون پر ریویو بھی لکھے جایئن گے -

۳ ہر ماہ سب سے عمدہ مضمون کے لئے ایک اشرفی نذر کیجائیگی بشرطیکہ مضمون
قابل انعام ہو -

۴ قیمت سالانہ (سعہ) روپیہ ہے جب تک قیمت نہ آئیگی رسالہ جاری نہین ہو سکتا
طالب علمون سے (سے) روپیہ لئے جائین گے -

۵ مہربانی سے حضرات نامہ نگار اپنے مضامین صاف و خوشخط لکھکر بھیجین -

۶ اس رسالہ کے متعلق تمام خط و کتابت ایڈیٹر سے ہونی چاہئے -

سول ملٹری کلب ملک پیٹھ
حیدرآباد دکن

عبد الحق بی - اے ایڈیٹر

افسر

جلد ۵ — اپریل سنہ ۱۹۱۱ء — نمبر ۴

دنیا کا ہشیار ترین بچہ

پروفیسر الرجہ صاحب نے اگست کے اسٹرنڈ میگزین مین ایک مضمون اس عنوان سے ایک لڑکی کی نسبت (جسکو انہون نے اس خاص طریقۂ تعلیم کے نمونے کے لئے [illegible] لیا ہے۔ شایع کیا ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ مضمون کے پڑھنے سے اس لڑکی کے معلومات پر حیرت ہوتی ہے اور آزادی کا اثر اور محبت و مہربانی سے کام لینے کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے۔

ہم نے اس مضمون کو (۱) آزادی کے فوائد بتلانے (۲) نئے طریقہ تعلیم کی فضیلت ثابت کرنے اور (۳) عورتون کے دماغی قابلیت کو ظاہر کرنیکی غرض سے

ترجمہ کیا ہے - امید ہے کہ ناظرین کے لئے تعالی از دلچسپی نہوگا اب ہم ترجمہ کو شروع کرتے ہین - پروفیسر الیریجہ صاحب لکھتے ہین کہ بہت سے خواہش کیگئی کہ اسٹرنڈ میگزین کی دلچسپی کے لئے ولولا رو زرالیا الیریجہ کی عجیب و غریب تعلیم و تربیت حاصل کرنیکے بارہ مین کچھہ بیان کرون وہ اپنے ہم سن طالب علمون مین زیادہ تر لائق اور ہوشیار سمجھی جاتی ہے اور جہانتک مجھے یاد ہے مین کہہ سکتا ہون کہ اس سن مین کسی طالب علم کو اسقدر معلومات نصیب نہین ہوئے - اسکی عجیب غریب زندگی کو جہانتک کہ میرے الفاظ اور تصویرین کام دے سکتے ہین (افسوس ہم ان تصویرون کو یہان میگزین مین نہین تبلا سکتے) آسانی سے بیان کرنیکی کوشش کرونگا -

دیولیا رو زرالیا الیریجہ تاریخ ۱ فروری ۱۸۹۶ء کو تھرڈی ہیسن ضلع ایوا مین پیدا ہوئی تھی اور آٹھہ ہفتے چار دن کی عمر مین وہ ہماری فرزندی مین متبنی کیگئی - اسوقت ۱۸۹۹ء مین لیک سٹی مین مہتمم تعلیمات کی خدمات پر مامور تھا اور وہین رہتا تھا - ۲۶ جولائی کو ہم کانسل بلفس مین آئے اور یہان پر رو زرالیا کی تعلیم شروع کردی گئی - کسی بچے کو متبنیٰ کرنے سے ہماری اصلی غرض ایک خاص طریقہ تعلیم کو آزمانا اور اُسکے اثر اور فوائد کو بخوبی معلوم کرنا تھا جو ہمین موجودہ طریقون سے بہتر اور زیادہ با اثر ثابت ہوا مین اس طریقہ کو اختصار کے ساتھہ اس مضمون مین بیان کرونگا -

لڑکی کے انتخاب مین کسی خاص بات کی ضرورت نہ تھی بلکہ ہمین اوسط درجہ کی لڑکی کی خواہش تھی - البتہ اُسکی صحیح اور تندرست ہونیکا ضرور خیال تھا مگر اوسکی شناخت مین بھی

ہم بے بہرہ رہے جیسا کہ آئندہ ظاہر ہوگا۔ ہم ویولا کی روزانہ علمی ترقی کو نسبت دوسرے طالب علمون سے کے جنکے بارےمین اِس سے پیشتر لکہا جا چکا ہے غالباً زیادہ تر تفصیل او بسط کے ساتھ لکہتے ہین۔ اس مضمون کی تاریخین اس کتاب سے اخذ کیگئی ہین۔ اس بیان سے ناظرین کو ثابت ہوگا کہ جو واقعات اس مضمون مین درج ہین وہ فرضی نہین ہین جو صرف یاد سے لکہے گئے ہون۔ بلکہ ایک سچ او واقعی روداد بیان کیجاتی ہے۔

جتنی ہونیکے وقت ویولا کی صحت اچہی تہی زرد رنگ ضعیف الجثہ۔ منہ کچہ ٹیڑہا اور ایک طرف کا رخسار کچہ پچکا ہوا سا تہا۔ اور وزن (۴ ۱۴) پونڈ دس اونس۔ قد ۲ فیٹ اور ایک انچہ تہا۔ گر بتدریج یہ عیب دور ہوتے گئے گالون پر رونق آگئی اور دونون رخسارے مساوی ہوگئے اور حسن مین بہی نسبت پیشتر کے بہت کچہ ترقی ہوئی اور اسوقت وہ حسین لڑکیون مین شمار کیجاتی ہے۔ اسکی چمکدار آنکہین اور باریک سنہرے بال اسکے حسن کو اور بڑہا رہے ہین۔

اسوقت اسکا وزن (۴۰) پونڈ ۸ اونس قد تین فیٹ سے کسیقدر زیادہ ہے وہ بچپن سے ہمارے تحویل مین آگئی تہی ہمارا پہلا سبق جو اُسی وقت سے شروع کردیا گیا تہا اُسکو معمولی کہلونون سے زمین پر کہلانا اور انہین مصروف رکہنا تہا وہ اسقدر اون سے نفرت کرنے لگی اسطرح سے اسکو زمانۂ طفولیت سے ہی اپنے آپ کو کسی کام مین مشغول اور مصروف رکہنے کی عادت ہوگئی جو نہ صرف بچون کے لئے بلکہ ہر ایک شخص کے لئے نہایت ضروری ہے۔ ایک بہت

سلوک اور دلچسپی کے اسباب سے اوسکی رونے کی عادت بالکل جاتی رہی اور اسکی عوض اُسکے مزاج مین اُنس اور بشاشت پیدا ہو گئی۔

ویولا کو کہانے پینے مین بالکل آزادی دیگئی تھی جب وہ چاہتی کہا سکتی تھی ڈیرہ برس کے سن مین ہمنے اسکو ایک لنچ کا ڈبا دیا جسمین روٹی بسکٹ وغیرہ رہتے تہے اور جسوقت اُسکو بہوک معلوم ہوتی تھی تو وہ اُسکو کہولکر کہاتی تہی اور پھر اسکو بند کر کے کہیل کود مین مصروف ہو جاتی تہی یہ ایک عمدہ اشتہا قائم کرنیکا مفید طریقہ ہے۔

جس زمانہ سے کہ ویولا ہمارے پاس آئی ہے تنہا سوتی ہے شروع دو مہینون مین وہ دن مین دو بار سوتی تھی لیکن وہ کبہی جہولے مین لٹاکر بلا ضرورت سلائی نہین گئی۔

ہر ایک بچے کو میٹھی نیند سونے دینا چاہئے اور اُس بچے کو جو اٹھہ بیٹھہ سکتا ہو ہشیار ہوتے ہی اٹھا لینا چاہئے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائیگا تو وہ مجبوراً رونے لگیگا تاکہ کوئی اُسے گود مین اٹھالے اور اسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ بدمزاج اور رونے کا عادی ہو جائیگا۔

اس مدت مین ویولا کی حالت اچھی رہی ہے صرف ایک بار گو بری نکلی تہی اور چند مرتبہ معمولی زکام ہوا تہا روز پیدائش سے ابتک اعضا اور توانائی مین روزانہ ترقی ہو رہی ہے۔

مین ہمیشہ ویولا کے ساتھہ نہایت مہربانی اور محبت سے سلوک کرتا ہوں

کبھی سخت لفظ اور تند لہجے سے اس سے گفتگو نہیں کی ۔ میری رائے مین ہر بچے کی خرابی کی وجہ یہ ہے کہ اسکے کامون مین فضول مداخلت اور بیجا دست اندازی کیجاتی ہے قدیم زمانہ کی ایک مثل مشہور ہے کہ جبتک لکڑی سے کام نہ لو بچہ شایستہ نہین ہوسکتا ۔ مگر علوم جدیدہ اور ہماری معمولی عقل اسکے خلاف تعلیم دیتے ہین لکڑی توڑ اور بچے کو شایستہ بنا اسمین کوئی شک نہین کہ علم مہربانی اور آزادی ہی صرف دنیا مین ترقی اور شایستگی پہیلانے کے ذرایع ہین ۔

ویولا سڈیز نے اپنے موجودہ تمام علم و معلومات کو کہیل کی شکل مین حاصل کیا ہے اُسے کوئی بات سبق کے طور پر یاد نہین کرائی گئی اور نہ اس سے کسی کتاب کو پڑہنے کے لئے کہا گیا ۔ اسکی تمام زندگی کہیل کود مین صرف ہوئی ہے صرف ایسے اسباب اور ذرایع فراہم کئے گئے تھے جنسے کہ اسکو ترغیب ہوئی اور تحصیل علوم کا شوق پیدا ہوا جیسا ہم اوپر بیان کر آئے ہین کہ اوسکے پڑہنے کے لئے کوئی خاص وقت مقرر کیا گیا تہا اور نہ کوئی خاص کتاب ۔ ہم (مین اور میری بیوی) اُسے جس شاخ علم کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہین اول اوسکے فوائد کا تذکرہ کرتے ہین اور اسکے حاصل کرنے کا شوق اُسکے دل مین پیدا کرنیکی کوشش کرتے ہین ۔

جب اُسکا سن تیرہ مہینے کا ہوا تو ہمنے اُسکو ایک تصویرون کی کتاب کچھہ تو اوسکو مصروف رکہنے کچھہ کتابون کا شوق دلانے اور کتابون کی نگہداشت کی تعلیم دینے کی غرض سے دی ۔ اور ہر روز اُسکے تصویرون کو اُسے دکہاتے اور ہر ایک کے

متعلق کچھ واقعات قصہ کے پیرایہ مین اسقدر دلچسپی کے ساتھ بیان کرتے تھے کہ اسکا شوق بڑہتا گیا اور تحقیقات کی خواہش زیادہ بڑھتی گئی۔ اب اسکو خود ہی معلومات پیدا کرنیکی خواہش پیدا ہوئی اور خود روزانہ کتاب کو لاکر سبق پڑہنا شروع کیا جسوقت کہ اسکو کتاب دیگئی تہی اُسی وقت ایک نہایت خوبصورت الماری بیٹھنے کے کمرہ مین لگا دی اور اس سے کہدیا کہ یہ خاص تمہاری کتابون کے لئے لگائی گئی ہے وہ اسی طریقہ سے اپنے کتابونکو اوسپر جمانا بہت جلد سیکھ گئی۔ انتظام اور سلیقہ کا یہ نہایت ضروری سبق تہا۔

دو مہینے کے بعد وہ کتاب ناقابل استعمال سمجھی گئی اور دوسری قسم کی پہلی کتاب دیگئی جسکو اُس نے اسیطرح دو مہینے کے استعمال کے بعد پہینکدیا ان کتابون سے وہ دو تین گھنٹے دن مین کہیلتی تہی۔ پہلی کتاب کا پہلا حصہ بہت پہٹ گیا ہے دوسری کتاب صرف دو جگہ سے کسیقدر پہٹی ہوئی ہے۔ ان آسان طریقون سے بہت جلد اسکو تصویرون اور کتابون کا شوق پیدا ہو گیا۔ غور و فکر کا مادہ پیدا ہوا۔ توجہ اور خیال مین ترقی ہوئی احتیاط اور حفاظت کی عادت پڑی۔ ذہن مین وسعت پیدا ہوئی۔ اور خوبصورت اور اچھی چیز پہچاننے کا سلیقہ آیا۔ غرض دماغی قوتون کی ترقی کا آغاز ہوا اور ہر طرح سے تعلیم کے لئے یہ طریقے مفید ثابت ہوتے گئے۔

ستره مہینے کے سن مین وہ حروف کو پہچاننے لگی اور اسکے بعد چہوٹے جملے جنکو وہ بول سکتی تہی چہوٹے کارڈون پر چہپا کر اسکو دئے گئے جنکو وہ بہت جلد پڑہنے لگی اور رفتہ رفتہ مشکل الفاظ کو بہی اس طریقہ سے اسکو پڑہا کہ جسکا اثر یہ ہوا کہ اُسکو علم سے ایک

خاص طرح کی دلچسپی ہونے لگی اور تحصیل کا ذوق و شوق روزانہ بڑھتا گیا ویولا دو برس گیارہ مہینے کے سن مین ٹھیک تلفظ کے ساتھہ انگریزی اور جرمن پڑھ سکتی تھی اور تین سال دو مہینے کے سن مین وہ جرمن فرنچ انگریزی پڑھنے لگی غالبًا ان زبانون کی کتب تعلیم مین شاید ایک سے چھہ تک کوئی ایسا لفظ ہو گا جسکو وہ آسانی سے نہ پڑھ سکتی ہو۔

ذات جملہ یا فقرہ انسانی خیالات کا ترجمہ ہے اور اسکے ذریعہ سے انسان اپنے خیالات کو دوسرون پر ظاہر کرتا ہے اسلئے شروع مین جملون کے ذریعہ سے بچون کی تعلیم زیادہ آسان اور مفید ہے۔ ہر ایک بچہ کی تعلیم سلیس اور روز مرہ گفتگو کے جملون سے شروع ہونی چاہیئے اس طریقہ سے بچون کو سبق یاد کرنے مین آسانی ہوتی ہے اور وہ ہر طرح سے اسمین دلچسپی لیتے ہین اور انکا شوق بڑھتا ہے

بیس مہینے کے سن مین ویولا ایک سے نو نمبر اور نو مختلف رنگون کو پہچان سکتی تھی نمبرون کو ہمنے مختلف رنگون سے بڑے حروف مین تختون پر لکھکر اور انکو اس تعداد کی گانٹھ لگا کر دیوار سے لٹکا دیا تھا اور نیز ہر ایک کے ساتھہ اسی رنگ کا ریشمی کپڑا بھی لگا دیا تھا - جب ہم سے وہ کھیلنے آتی تو اس سے ہم کسی تختہ کا نمبر یا رنگ کہکر اس سے منگواتے تھے ہمنے پہلے صرف دو تختون سے شروع کیا اور رفتہ رفتہ انکی تعداد بڑھاتے گئے - بیسکی بائیسویں مہینے مین وہ سو نمبر تک اچھی طرح پڑھ سکتی تھی۔ اور اسوقت وہ کروڑ تک گنتی پڑھ سکتی ہے

ایک برس نو مہینے کے سن مین وہ مندرجہ ذیل خطوط اور اشکال کھینچ

سکتی تھی سیدہی لکیر ٹیڑہی لکیر۔ شکل صلیبی اور دائرہ۔ اوسوقت سے ابتک اُسکی
نقاشی مین بہت کچہہ ترقی ہوئی ہے۔ اب وہ اقلیدس کے ہرطرح کے خط مختلف
اقسام کے مثلث۔ مربع۔ شکل بیضاوی۔ اور نیز درختون کے پتون کی شکل اور اسی
طرح بہت سی شکلین کہینچ سکتی ہے ہم نے شروع مین سیدہی لکیرین کہینچکر اونکے نام بتلائے
اسکے بعد مختلف بڑی لکیرین اور مثلث کہینچنا سکہایا اور تختون کو ایسی شکل مین لاکر اوسکو دیا اور
ہرایک کے نام اور حالات سمجہائے گئے۔ اور رفتہ رفتہ انکی تعداد بڑہتی گئی
ایک برس نو مہینے کے سن مین وہ بچیس ۲۵ مختلف ممالک کے نشانون کو پہچانتی تہی
اور جس سلطنت کے نشان کی خواہش کیجاتی وہ اسکو لے آتی تہی۔ اس طرح کی تعلیم مین
ہمنے ہمیشہ ایک اور دو عدد سے شروع کیا ہے اور رفتہ رفتہ تعداد بڑہاتے گئے ہین۔
ہم نے تعلیم کے لئے کوئی خاص وقت مقرر نہین کیا تہا صرف اُسکی خواہش پر منحصر تہا۔
ناظرین کو اسکا خوب خیال رکہنا چاہئے کہ ویولا کو تعلیم حروف کہیل کی شکل مین دیجاتی تہی
اور ہر طرح اسکو پوری آزادی دیگئی تہی جغرافیہ مین اول مختلف سمت بتلائے گئے۔ اسکو
بعد یونائٹڈ اسٹیٹس (اضلاع متحدہ امریکہ) کے مختلف ضلعون کے نام سکہائے گئے۔ اسکو لئے
جو نقشہ استعمال ہوتا تہا اسپر کوئی نام لکہا ہوا نہ تہا۔ ایک برس نو مہینے کے سن مین وہ
مختلف ضلعون اور اونکے پائے تختون کو نقشہ پر پہچان سکتی تہی۔ اسطرح سے تہوڑے
زمانہ مین وہ دنیا کے مختلف ممالک اور اونکے پائے تختون کو تبلانے لگی۔ اسکے
بعد بحرون۔ پہاڑون۔ ندیون کے نام تبلائے گئے۔ اسوقت وہ فری من کے

جغرافیون مین جتنے نام مین آسانی سے پڑھ سکتی ہے۔ اور اگر جغرافیہ بند کرکے اسکو دیا جائے اور کسی مشہور دریا پہاڑ یا شہر بتلانے کی خواہش کیجائے تو چند ہی سکنڈ مین نکالدیتی ہے

ایک برس ۳ مہینے کے سن مین ویولا ایک سو پہلے بڑے مشہور اشخاص کی تصویرون کو پہچانتی تھی۔ یہ تصاویر اسکو کھیلنے کے لئے دی گئین تھین اور رفتہ رفتہ وہ اسکو پہچاننے لگی۔ یہہ تمام تصاویر ایک بڑے خانہ مین لگائی گئین تھین اور ہر ایک خاص شخص کی تصویر لانے کے لئے کہا جاتا تھا۔ اول صرف دو تصویرون سے سبق شروع کرایا گیا اور جب ہر ایک سے خوب آشنا ہوگئی تو انکی تعداد بھی بڑہائی گئی۔

ایک برس گیارہ مہینے کے سن مین ویولا تیس مختلف قسم کے بیجون اور پچیس اقسام کے پتون کو پہچان سکتی تھی۔ ہر ایک قسم کی بیج ایک نہایت خوبصورت شیشہ مین اور پتے ایک بڑی کتاب مین جو خاص اس غرض کے لئے تھی رکھی رہتی تھی۔

ایک برس گیارہ مہینے کے سن مین انسان کے کل ہڈیون اور بہت اعضا کو بتلا سکتی تھی۔ اول درانکی ہڈی (ہر دبازون کی ہڈی) سے سبق شروع کیا گیا۔ اسوقت وہ کل انسانی ہڈیون کا نام بتلا سکتی ہے اور ڈھانچہ کو کھولکر پھر جوڑ سکتی ہے

ویولا ایک برس گیارہ مہینے کے سن مین اقلیدس کے بائیس قسم کے خطوط۔ زاویہ۔ مربع۔ مثلث وغیرہ (جو اقلیدس کے شروع مین پڑھائے جاتے ہین)

کے نامون کو دیکھتے ہی بول سکتی تھی یہ خطوط او نا ویا ایک کارڈ پر کھینچے گئے تھے جو ایک معمولی لفافہ کے برابر تھا۔

اس سن مین وہ یونیٹڈ اسٹیٹس کے مختلف سکون کو پہچان سکتی تھی۔ اول ہم نے پینی سے شروع کیا اور اسکو مین رکھکر اوسکو تبلاتے تھے۔ جب وہ اس سے آشنا ہوگئی تو دوسرے سکے پہچاننے کے لئے دئے گئے۔ کبھی اس سے کسی خاص سکہ کو تبلانے کی خواہش کرتے اور ہم کسی خاص سکہ کو لیکر اسکا نام پوچھتے تھے۔ اسطرح سے اوسکو مختلف سکون کا نام امتیاز کی قابلیت۔ سمجہنا اور بات کرنا سکہا دی گئی

ایک برس گیارہ مہینے پچیس دن کے سن مین ایک بے غرض کمیٹی نے مس ڈونالپکن اور مس مارتھا کمبل جو پبلک سکولون کے قابل اور مشہور مدرس ہین اوسکا امتحان لیا جس سے ظاہر ہوا کہ ویولا کو دو ہزار پانچ سو اسم ایسے یاد تھے جنکو تصویر کی شکل مین یا خود شئے کے تبلانے سے بول سکتی تہی کمیٹی نے یہ بھی اندازہ کیا کہ پانچسو اسم اس سے زیادہ اسکو یاد تھے جنکی تصویر یا خود شئے پیش نہین ہوسکتی تھی۔ غالباً ان اسمون کی تعداد اس سے زیادہ ہے جو ہر ایک شخص روزمرہ کی گفتگو مین استعمال کرتا ہے۔ دو مختلف طریقون سے امتحان لیا گیا۔ (۱) اوّل ۔ ایک زیادہ تعداد تصاویر یا اشیار کے اسکے سامنے رکھکر ہر ایک کا نام پوچھا گیا۔ (۲) اس سے کہا گیا کہ جس چیز کا نام لیا جائے اوسکو تبلائے۔ دونون طریقون کے لئے مساوی وقت رکھا گیا تہا۔ بعد امتحان کمیٹی نے مندرجہ ذیل سرٹیفکٹ ویولا کو دیا۔ عمر ایک برس گیارہ مہینے

پچیس دن - تاریخ ۴ - فروری ۱۹۰۵ء

امتحان سے معلوم ہوا کہ ویولا کو ۵ بائی ہزار ایسے اسم یاد ہیں جنہیں شئے یا تصویر بتلانے سے بلا دقت بیان کر سکتی ہے - ممتحن

مس ونا لپسکٹ مس ہتا کیمبل

۹ برس کے سن میں بائیس مختلف (علامات اوقاف) لکھ سکتی تہی - یہ کارڈ ون پر لکھے گئے تھے اور اس کی تعلیم شکل تصویرون وغیرہ کی دیگئی - ناظرین کو یہ خیال رہے کہ ویولا کو تقریری اور عملی طور پر تعلیم دیگئی تھی جسکو صحیح لکھنے پڑہنے سے پیشتر حاصل کرنا چاہئے -

جب ویولا پڑہنے لگی تو اوسکو تہوڑے عرصہ کے بعد ان لفظون کا درجہ کارڈون پر بڑے حروف میں چہپے ہوئے تہے ہجے کرنا سکھایا گیا - یہ کارڈ نہایت خوبصورت تختون میں نصب ہوتے تھے اور ہر ایک تختہ کے نیچے ایک خانہ تھا جسمین ایک قسم کی مٹہائی رکھی رہتی تھی - جب ویولا کو مٹہائی کی ضرورت ہوتی اور جس قسم کی خواہش کرتی تو اول اوس تختہ کو لاکر ان چند الفاظ کے ہجے پوچھتے اور بعد مٹہائی دیدیتے - اسطرح سے اُس نے آسانی اور خوشی سے ہجے کرنا سیکہا - اسوقت وہ مشکل الفاظ کے ہجے مثل ہڈیلر نیین وغیرہ کے کر سکتی ہے -

وہ پہلون کی بڑی فریفتہ ہے اور اون کے اجزا و تالیفہ (؟) کے ہر ایک کا نام بتلا سکتی ہے - یونین کے باطنی کل بناتاتی ناموں کو آسانی سے پڑہ سکتی ہے اکثر اوقات ہم مجمع میں اس کتاب کو اور اسٹینلز زولاجی حاضرین کو دیکر یہ کہتے کہ ہم اس شخص کو

ایک عمدہ کتاب بنگی جو ایسا لفظ بتا سکے جسکو ویولا آسانی سے نہ پڑھ سکے۔ ویولا لکھنا سیکھنے سے پیشتر مخطوط پڑھ سکتی تھی۔ اُسے پہلا تحریری اور نقاشی کا سبق سیاہ تختہ پر دیا گیا تھا۔ اب آسانی سے الفاظ اور نمبر لکھ سکتی ہے۔ مشقون کو دلچسپ بنانے کی غرض سے ہم اکثر سبقون کے درمیانی حصون کو عمدہ تصویرون سے بھر دیا کرتے تھے۔

۲۲ - فروری سنہ ۱۹۱۰ء کو ہم نے اوسکے لئے ایک سمتھ پریمیر ٹائپ رائٹر خریدا اور دو دن بعد اسکو ٹائپ رائٹنگ کا سبق شروع ہوا۔

تھوڑے ہی روز مین وہ کاغذ جمانا - آلہ کو چلانا سیاہی ڈالنا وغیرہ سیکھ گئی۔ اسوقت وہ دونون ہاتھ کی انگلیون سے چھاپتی ہے اور حروف بالکل صاف اور واضح ہوتے ہین جس سے اوسکے انگلیون کے زور کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اسوقت وہ خطوط کی کاپی نہین کرتی بلکہ اچھی طرح سے لکھ سکتی ہے۔

ویولا اسوقت (سنہ ۱۹۱۰ء) وبسٹر کے کل علامات تلفظ کو خوب جانتی ہے اور گلگنی کے نئے ہجے کی کتاب کے کسی جائے سے سبق دے سکتی ہے اور چھوٹے لغت سے الفاظ ڈھونڈھ سکتی ہے۔

یونائٹڈ اسٹیٹس کے کسی ضلع یا مہینے یا دن کا نام اگر حروف اختصار مین لکھا ہوا ہو تو بتلا سکتی ہے وہ جملون کی تقسیم کرسکتی ہے - فرنچ اور جرمن کے ترجمہ کرسکتی ہے اور علم ہیئت - جیالوجی (علم الارض) صرف و نحو فزیکل جاگرافی (جغرافیہ طبعی) تاریخ وغیرہ کے بہت سے محاورے اور نام اسکو یاد ہین۔ اوسکی توجہ - ذہن - غور

وحوض قوت مباحثہ و امتیاز - اور نکتہ چینی کی قابلیت او سکے تحصیل کے مانند تعجب خیز ہین ویولا کی لیاقت کا امتحان اکثر اوقات مجمعون مین بھی لیا گیا وہ اپنی اسٹیج پر جہان اسکے تعلیم کے اسباب اور آلات نہایت سلیقہ سے جمائے گئے ہین) کھڑے ہوکر اپنی قابلیت کا ثبوت دیتی ہے اور وہ لوگون کو اپنے اسباب کو پسند کرتے ہوئے دیکھکر بہت محظوظ ہوتی ہے۔ اکثر مجھسے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ تم اس طریقہ تعلیم سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟ اسکے جواب مین مین کہونگا کہ بہت سے ضروری اصول ہین جنکو مین اس تجربہ سے ثابت کرنیکی خواہش رکھتا ہون - مین یہ بتلانا چاہتا ہون کہ ایک بچہ عہد طفولیت کے زمانہ مین ایک اچھا پڑھنے والا - ایک عمدہ محرر ہشیار املا نویس اور قابل عالم ہوسکتا ہے اور آزادی مہربانی سے کام لینیکا نتیجہ بہ نسبت سختی اور جبر کے زیادہ موثر ہوتا ہے - اور طالب علم مین علم کی دلچسپی پیدا کرنا بہ نسبت ڈرانے دھمکانے کے زیادہ ترغیب دہ ہے - اور تمام تعلیم کھیل کی شکل مین ہوسکتی ہے - اور بچپنے مین آزادی کے ساتھہ کتنی ہی تعلیم دیجائے دماغی قوی کو کسیطرح کا نقصان عاید نہین ہوتا اور نیز یہ بتلانا چاہتا ہون کہ ایک چھوٹا بچہ سائنس کے شاخون مثل فزیالوجی (علم افعال الاعضا) اسٹرانمی (علم ہیئت) وغیرہ وغیرہ سے ایک بڑا حصہ معلومات کا جمع کرسکتا ہے اور سب سے زیادہ ضروری امر یہ ظاہر کرنا ہے کہ خصائل اور ذہانت خلقی ہوتے ہین نہ موروثی اور اگر ایک صحیح المزاج بچہ کی تعلیم مہربانی دلچسپی اور آزادی کے ساتھہ دیجائے تو اسکے دماغی قوی بے انتہا بڑھتے اور اسکے معلومات بہ نسبت عمر کے بعید وسیع ہوتے ہین نیز مزید بران اسمین غیر معمولی قابلیتین پیدا ہوتی ہین جو آج کل بہت کم لوگون مین نظر آتے ہین

اور مجھے یقین ہے کہ اگر اس طریقہ سے بچہ کو تعلیم دیجائے تو آٹھوین برس مین اوسکے معلومات اور قابلیت آجکل کے ایک گریجوئٹ سے زیادہ ہوگی اور طرّہ یہ کہ بلا سختی اور مجبوری کے تحصیل کریگا اس امر کا ثبوت موجودہ مثال سے آسانی ملسکتا ہے اسوقت تک دیولا کی تعلیمی ترقی بہت سرعت کے ساتھہ ہو رہی ہے۔

راقم

سید مظفر الدین

ہنسی

خدا نے انسان مین ایک ایسا جذبہ بھی پیدا کیا ہے جسکا شاید کوئی نام نہین - لیکن اوسکی علامت چہرہ کا وہ بناؤ بگاڑ ہے جسکو ہم ہنسی کے لفظ سے تعبیر کرتے ہین اور جس سے ہمیشہ خوشی کا اظہار ہوتا ہے - لیکن یہ ابھی تک شاید کسی نے نہین بتایا ہے کہ جب ہم ہنستے ہین تو ہم کو خوشی کس قسم کی ہوتی ہے یا ہمارا خیال اوسوقت کیا ہوتا ہے یا ہم کو ایسی کیا بڑائی حاصل ہو جاتی ہے جسکی سبب سے ہم ہنس دیتے ہین - بعض کا یہ خیال ہے کہ صرف مذاق اور لطایف سے ایسا ظہور مین آتا ہے - لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ تجربہ ثابت ہے کہ ہم کو لوگون کی مصیبت اور بدصورتی پر بھی ہنسی آتی ہے جسمین مذاق و لطایف وغیرہ کا نام و نشان بھی نہین ہوتا - اسکے ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو غیر معمولی بڑائی ہو جاتی ہے تو اوس سے یہ جذبہ جوش مین نہین آتا بلکہ اسکا باعث یہی اور یک بیک پیدا ہونیوالی شئے ہوتی ہے - لوگ خاص کر وہ لوگ جو اپنے کامون کی داد ہمیشہ چاہتے ہین اپنے ہی اون کامون پر جو خود اونکی توقع سے زیادہ اچھی طرح سے انجام پا جاتے ہین ہنس پڑتے ہین -

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ باعث اشتعال اس جذبہ کا اپنے آپ مین کچھہ قابلیت تشخیص کرنے کی خیال کا یکایک پیدا ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ لوگ دوسرون کے عیوب پر ہنستے ہین جسکا مفہوم کلی یہ ہے کہ ہنسنے والا شخص اپنے آپ مین کوئی ایسی شئی دیکھتا ہے جسکے سبب سے وہ اپنی ذات کو دوسرے شخص پر ترجیح دیتا ہے -

لوگ مذاق و لطایف پر ہنستے ہین اور اسکا باعث مذاق مین ایسی بات دریافت کرنا ہے جس سے دوسرے کی بیہودگی ظاہر ہو اور اس حالت مین بہی باعث اشتعال ہنسی کا اپنی برائی کے خیال کا یکایک پیدا ہونا ہے کیونکہ اپنی طرف نیک گمان کرکے دوسرون کے عیوب سے موازنہ کرنا ہی اپنے آپکو بڑا گننا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب کہ ہم پر یا ہمارے احباب پر ایسا لطیفہ چہوڑا جائے کہ جس سے ہمکو کوئی ذلت نصیب ہوتی ہو تو ہم کبہی نہین ہنستے۔

ان کل باتون سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جذبہ ہنسی کا انہین مین کسی بڑی بات دریافت کرنیکے خیال کا بمقابلہ دوسرون کے عیبون کے یا اپنی ہی گذشتہ قصورون کے دکیونکہ اپنے ہی گذشتہ حماقتون پر جو یاد آنے پر ان کو کسی قسم کی شرم و ذلت نہین لاتین بعض ہنس دیتے ہین) پیدا ہوتا ہے۔ اسلئے یہ کوئی تعجب کی بات نہین کہ جس کی ہنسی اڑائی جاتی ہے یا یون کہو کہ اسطرح مغلوب کیا جاتا ہے سخت برا مانتا ہے۔

راقم

سید حکیم احمد طالب العلم علیگڈہ کالج

من کلام پروفیسر میرزا حیرت مرحوم

سوی عشاق بلاکش نگهی باید کرد ❊ یک نگاه ارچه گناه است گهی باید کرد

نه همین غره بجمال سیهی باید بود ❊ گاهی اندیشه بحال تهی باید کرد

زلف و چهرش حشر آراسته قصد دل کنند ❊ تا شک شب و آب سحرگهی باید کرد

از خرابات و مناجات گره نگشاید ❊ گر توانی بدل دوست رهی باید کرد

گل بسته است سحاب و چمن آراسته تخت ❊ ای گدایان شهی با گهی باید کرد

از سر خاک دری دستگهی باید ساخت ❊ وز غبار کف پائی کلهی باید کرد

من همان روز که زلف تو بدیدم گفتم ❊ ای دل اندیشه بروز سیهی باید کرد

هر زمان صاعقه میبارد ازین ابر بلند ❊ پائی دیوار خم آرام گهی باید کرد

راه عشق ارچه خلاف است ولی باید رفت ❊ کار می گرچه حرام است گهی باید کرد

اشک یک قطره و دلش خاره ولی چاره بجاست ❊ در دل خاره ازین قطره رهی باید کرد

حیرت آئینه شاهی بود این زنجیرها ❊ بگدایان سپر فکر شهی باید کرد

آنکه در دل عشق دلبر یار در کف جام دارد ❊ میتوان گفتن که بختی رام و عیشی تام دارد

گو غنیمت دان دمی کاسمانش رام دارد ❊ زانکه هر روزی ز پی شب صباحی شام دارد

آنکه از بیرون طاعت دیدی صد گونه خلعت ❊ در درون بر لوح فطرت نقش کالانعام دارد

خاطر خرم نباشد خنده صاحبدلان را ❊ جام می خون میخورد اما لبی بسام دارد

خواب و خور را من چگی الخواجه دم در کشتن فقرا ❊ این سخن یا با سری کو کوه آرام دارد

بر سر خار مغیلانش ز چشمی آب جوید ✦ کعبه با این بود هر کو سر احرام دار
کام کس حاصل نشد زان لب تو این دیوانگی بین ✦ کز چنین جانانه حیرت شد تمنای کام دار

زنده جاوید کیست در نظر هوشیار ✦ آنکه نهد سر بصدق بر سر سودای یار
حاصل عشق حبیب نیست بجز احتمال ✦ چاره درد فراق نیست بجز اصطبار
بندی زندان دوست می نپسندد خلاص ✦ غرقه دریای عشق می نگزیند کنار
مدعی است آنکه او روی بپیچد ز شیر ✦ یا که ز شمشیر تیز رای بتابد ز یار
دوست چو زنهار خوار گشت تو تسلیم شو ✦ باش بهش زینهار تا نکنی زینهار
نشاء گل کس ندید بی ستم درد و د ✦ دامن گل کس نبرد بی الم زخم خار
عاشق جان باز را سینه و سر در رهست ✦ سنگ ستم گو بریز تیر جفا گو ببار
ای که نصیحت کنی در پی خوبان مرو ✦ می نروم گر مرا بود بدست اختیار
ای لب و زلفین تو کرده دلانرا شکار ✦ در پی زلفین تو خاطر ما بیقرار
تا تو فرود آمدی در دل و در دیده ام ✦ صبر کناری گرفت خواب بدر بست بار
در شکن سینه ام صبر تحمل مبند ✦ در گذر دیده ام خواب توقع مدار
حیرت اگر عاشقی دعوی بیجا بهل ✦ نفس بکش بی ریا یا بکشش مردوار

ما نهادیم سر بر سر سودای یار ✦ باده پنهان بر جام بیا آشکار
از سر دیوانه چون دانش و دین بست بار ✦ پند چه دارد اثر پند چه آید بکار

عاشق و معشوق را نسبت با تبین نیست ❋ این همه سر احتشام آن همه ره افتقار
شوق عنان میکشد بر سر شوق جنون ❋ ای دل دیوانه هان باز چه داری بیار
عشق علم برفراخت یا ز جبین برفروخت ❋ نور تجلی رسید طور نگیرد قرار
صبح بیفراخت تخت شام بپرداخت جای ❋ نور بیفزا خیست ضو ظلمت برست بار
عقل سر افکند تیغ چو برداشت عشق ❋ نفس قدم لنگ کند یا رچو در داد بار
عمر به بازی گذشت هیچ نکردم کار ❋ صرف هوا و هوس گشت همه روزگار
حاصل عمر عزیز نیست کنون غیر ننگ ❋ در نظر دوستم منفعل و شرمسار
مسئله علم کرد مرحله عشق دور ❋ مشعله نفس داد مشغله رنج بار
نوبت پیری رسید دور جوانی گذشت ❋ جیش خزانی بتاخت یا خرابی بهار
داد غراب سیاه جای به باز سفید ❋ چنگ جو اصل نمود پر پرستو شکار
گرچه اوان شباب کرد … شتاب ❋ هم ننماید درنگ دور مشیب از قرار
خود دیده انصاف چیست حاصل عمر گذشت ❋ با سر بیهوده گرد با دل بیهوده کار
با همه بی حاصلی با همه ناقابلی ❋ هر دمم آرد نوید رحمت عهدگار
حیرت اگر خلق راست تکیه بر اسباب و زر ❋ تکیه ترا بس بود بر کرم کردگار
بار ملامت ببر ترک سلامت بگوی ❋ اشک ندامت بریز عذر غرامت بیار

در همه گیتی مراست یک دل امیدوار ❋ نیست از آنهم ولیک در کف من اختیار

خاک سر کوی دوست ما و سری خاکسار / دشمن او خون فشان دیده ما اشکبار

چشم گشایش کجاست تنگدلان را که هست / حضرت او تنگ یاب که او تنگیار

جان سری داشتیم تابع عقل و فلاح / سر بهوا شد سر جان بجنون شد شکار

کس ز جفای رقیب سر نکشد از حبیب / هر که گلی یابدش کی رمد از زخم خار

هر چمنی را هزار گلبن و یک عندلیب / طرفه که در باغ ماست یک گل و چندین هزار

خواجه نصیحت کند بیخبر از حال ما / هر که نخورده است می بیخبر است از خمار

لب ز تعنت به بند خامی بیچاره را / گر بتکلف رود در نکمند سوار

رفت بغفلت شبی نوبت صبح است خیز / آب بخ زن از اشک تا ببری از سر خمار

شعله ز دل بر فروز خرمن هستی بسوز / آب تجمل بریز تخم تحمل بکار

جام ولائی بکش نقش وفائی بکش / پای امیدی بکوب دست دعائی برار

در چه غفلت اسیر مانده نعیم دستگیر / حیرت بیچاره را یا رب ازین چه برآر

صبح شد مرغ سحر بر گل نواخوانست باز / وز صبوحی جام می بر دست یارانست باز

درگه پیر مغان از طلعت مهرادگان / مشرق آسا مطلع انوار یزدانست باز

خانهٔ دل جلوه گاه چهر جانانست باز / کلبهٔ درویش نزهتگاه سلطانست باز

از تطاولهای زلفش دل پریشانست باز / این تطاول آن چرا با سینه ریشانست باز

بوئی زان موی مشکین کو نسیم آورده ایم / خاطر مسکین چرا یا رب پریشانست باز

ای سحاب کرمت برگشت با هم همتی ✱ مزرع عطشان ما محتاج باران است باز
منع ما از می مکن زاهد که از روز ازل ✱ کام ما را با لب پیمانه است باز
جمله موزونات عالم شیخ ما را هیچ نیست ✱ تا چرا بیهوده در تحریر برهان است باز
سیل مرگ افتاده در بنیان هستی بی‌خبر ✱ خواجه در فکر نقوش سقف ایوان است باز
دل بفکر حرفی از آن لعل خندان است باز ✱ مرده اندر جستجوی آب حیوان است باز
روزگاری بود حیرت لب ز گفتن بسته بود ✱ تا چه شد دیگر که می‌بینم غزلخوان است باز

✱

هرچه از تو طلب دارند طلب آن باش ✱ این خواجگی از سر نه رو بنده فرمان باش
یا قوم یهودی وش چو عیسی مریم زی ✱ با مردم قبطی سان چون موسی عمران باش
گر گنج بری باری در سایه مردان بر ✱ ور خوار شوی باری خار گلستان باش
تا از لب و از چهری بهری ببری شاید ✱ چون خال سیه و شو چون زلف پریشان باش
گر درد فرستد دوست آزاد ز درمان زی ✱ ور کفر پسندد عشق بیزار ز ایمان باش
درمان چه دردی جویی ایمان چه کفری خواه ✱ نه بنده ایمان شو نه زنده درمان باش
آبادی و ویرانی انجو هر دو نمی پاید ✱ آباد چو نتوان بودی غائله ویران باش
انجام چو هر جمعی آغاز پریشانی است ✱ جهدی مکن و دور از جمع ز آغاز پریشان باش
گردون بکند سامان خیبدل و دانش را ✱ با بیدل و دانش زی بی جیب سر و سامان باش
جائی بلب جوئی میجوئی دل جامی ✱ ور دولت اینده لیکن رتبه سلطان باش

در کارگه هستی بی نشئه نشاید زیست ❊ یا عاشق عالم سوز یا رند غزلخوان باش
گر تیغ کشد دشمن ور تیر زند محبوب ❊ هم طالب خنجر شو هم طالب پیکان باش
در ظلمت گمنامی پنهان ز هوسناکان ❊ هم صافی و هم جانبخش چون چشمهٔ حیوان باش
چون لذت خواهش عشقی است بعالم را ❊ این هر دو ز خود بگسل عاشق شو و انسان باش
شیدائی و رسوائی تشریف تو شد آمد ❊ رسوا شو و شیدا شو سر حلقهٔ رندان باش
هشیاری و دانائی چون داد ثمر حیرت ❊ دیگر به رگ مجانین آئی در حلقهٔ مستان باش

ما عاشق و رند و باده نوشیم ❊ محنت خر و عافیت فروشیم
گر باقی بنگه جنونیم ❊ گر آتش و دودمان هوشیم
هر جا سخن شاهدیست چشمیم ❊ هر جا لب عارفیست گوشیم
هم با دل خسته در سماعیم ❊ هم با لب بسته در خروشیم
با علم دو کون همچو سوسن ❊ در عشق به ده زبان خموشیم
از چشم و زبان ولی نه چون ابر ❊ گوهر پاشیم و پرده پوشیم
گر گمنامیم در مدارس ❊ مشهور بکوی میفروشیم
با خاصیت فرشته دیویم ❊ در صورت اهرمن سروشیم
در صومعه گاه خرقه بخشیم ❊ در مصطبه گاه جرعه نوشیم

در صلاح چه پوییم بکار زهد چه کوشیم ❊ تو ام چه پرده دری کی بخویش پرده چه پوشیم

بریخت آتش عشقت بخاک آب شکیبم ✤ چه باده بود که مهرت بباد خرمن هوشم
بغیر عشق ندانم بغیر دوست نخوانم ✤ نه کافرم نه مسلمان نه اهرمن نه سروشم
بجز ره تو نپویم بجز رخ تو نجویم ✤ بجز در تو نبوسم بجز می تو ننوشم
بر من باده صافی گذار خرقه صوفی ✤ که بار باده بسر که بار خرقه بدوشم
چو باز دوختم از هر چه چشم جز تو بعالم ✤ چو کبک دام تو زاندم که گرد حلقه بگوشم
هزار تیغ جفا بر سرم بنه که صبورم ✤ هزار سنگ ستم بر پرم بزن که خموشم
اگرچه گریم و تو همچو برق بخندی ✤ بسنگدل چه تفاوت که من چو دیگ بجوشم
دمید صبح خروش خروس رفت بگردون ✤ رسد هنوز بگوش سروش بانگ خروشم
بیار باده و مستم کن آنچنان که ز مستی ✤ دهند دست بدست و برند دوش بدوشم
برآر پرده وزن آتشم بخرمن هستی ✤ بسوز کیسه بنگاه عقل و دانش و هوشم
بدست و پا زدنم حمله میکنند نصیحت ✤ بدست بسته چه بازم بپای خسته چه کوشم
بچشم عارض ساقی بگوش گفته حیرت ✤ ملامتم مکن ار پند واعظان ننیوشم

بهر گذر که گذشتم بهر طرف که دویدم ✤ بجز ره تو نرفتم بجز رخ تو ندیدم
چه نخلها که نشاندم چه تخمها که فشاندم ✤ چه رنجها که کشیدم چه طعنها که شنیدم
تمام خون جگر بود هر نواله که خوردم ✤ مدام نیش جفا بود هر قدح که کشیدم
گهی بسوزن مصری رفوی زخم نمودم ✤ نکردی و ز ستم جامهای صبر دریدم

دست بدیدم و پیمان کفر و دین بشکستم | سخن بگفتی و پیوند جان و دل ببریدم
چو باز دوختم از هر چه چشم در همه عالم | از آن زمان که بروت گشاد چشم امیدم
گذشت عمر بروز سیاه و زردی عارض | کنون امید چه باید چو گشت موی سپیدم

* * *

خروش جام چو زد نوبت خروشیدن | مده ز دست به هنگام باده نوشیدن
سماعِ معتکفان خوش بود بگاه صبوح | بشرط آنکه بدانند راز پوشیدن
اگر چو ابر بگریم چو برق می‌خندد | مرا چه حاصل ازین رعد سا خروشیدن
بگیر جام و زبان در کش از شکایت دهر | که خام پخته نگردد بدیر و رجوشیدن
دریغ و درد ازین نوبهار رفتهٔ عمر | که شاخسار طرب راست گاه خوشیدن
خدای را بنمای وا غلط چو نیست محال | که ز تو گفتن و ز من ز خود نیوشیدن
بجز پناه عنایت نماند حیرت جای | که عمر رفته و کاری نشد بکوشیدن

* * *

جام در کش مگو انجام چه خواهد بودن | حاصل از گردش ایام چه خواهد بودن
خاک ساکن فلک اندر حرکت خود آرام | و در چنین جنبش و آرام چه خواهد بودن
عقل اگر نیست تشریع چه باید بردن | کشف اگر نیست چه پیغام چه خواهد بودن
نام گویند بود حاصل عمر از دو جهان | العجب حاصل ازین نام چه خواهد بودن
کس ندانست که آغاز چه بوده است کنون | هم فرو مانده که انجام چه خواهد بودن

بلبلان نغمه سرا جلوه کنان گل بر شاخ ❖ خوشتر از باده گلفام چه خواهد بودن
قلقل جام شنو غلغله عام بست ❖ خاص را غلغل عام چه خواهد بودن
زاهد خام طمع بیخبر از قطره جام ❖ از کجا یافت که فرجام چه خواهد بودن
هر کس از روز جزا حیرت امیدی دارد ❖ تا جزای من بدنام چه خواهد بودن
حیرتا چند ازین طبل زدن زیر گلیم ❖ طشت افتاد چو از بام چه خواهد بودن

دلا دست تولا د.. و لا زن ❖ چو مردان نعره قالوا بلی زن
ز قید خویش اگر خواهی رهائی ❖ یکی چنگ اندران لفظ فنا زن
نقاب از آتشین رخسار برگیر ❖ و زان آتش بخرمن گاه ما زن
دلم از خویشتن بیگانه گشت است ❖ بیا مطرب نوائی آشنا زن
مزن تیغ جفا بیگانگان را ❖ اگر زخمی زنی بر آشنا زن
بریز خرقه تا کی باده حیرت ❖ در آ رندانه جامی بر ملا زن

براه غمت سر زمینی نمانده ❖ که در هر قدم ره نشینی نمانده
ز دستان زلف بحبت نیست دستی ❖ که بر سینه از آستینی نمانده
بسنگ جفا بسکه پر ها شکستی ❖ در این باغ مرغ حزینی نمانده
ز اشک پیاپی ز آه مادم ❖ بمن جز دم واپسینی نمانده
خدا را مگو با من ای خواجه از دین ❖ که دیگر مرا کفر و دینی نمانده
بجز کین با خویش و سودای نفس ❖ دگر با کسم مهر و کینی نمانده

ازآن در غباری وزآن لجه‌شی ☙ که حاجت بتاج و نگینی نمانده
همه کج همی نقش خوانند ورنه ☙ که یک دیدهٔ راست‌بینی نمانده
بظلمات عین الحیات حقیقت ☙ تمنای عین‌الیقینی نمانده
ز مستی نه میخانه نه میفروشی ☙ ز می در کفی ساتکینی نمانده
همه کس بعیشی قرین است یارا ☙ درین شهر جز غم قرینی نمانده
چنین بر در دوست فخر است سودن ☙ ولیکن بحیرت جبینی نمانده

ماییم و جان زاری وز خلق برکناری ☙ نه با کسی صفائی نه از کسی غباری
در انتظار یاری بردیم روزگاری ☙ یارب مباد کس را اینگونه انتظاری
از گلشنی که یاران بردند گل بدامان ☙ یارب چه شد که افتاد ما را نصیب خاری
ای بیخبر ز حالم تا کی کنی ملامت ☙ من غرقه در میانم تو خفته برکناری
بر حال پر ملالم شاید اگر ببخشی ☙ من در کمند اسیرم تو بر سرم سواری
امروز ناتوانی باری دلی بدست آر ☙ کاین جهان ندارد ای دوست اعتباری
افتاده‌ام چه دیدی پای از سرم کشیدی ☙ هان خود بده تو انصاف این بود رسم یاری
حالی دو چشم از هجر چون ابر نوبهاری ☙ تا خود خبر چه آری ای ابر نوبهاری
هرکس که بود این در امید خویشتن یافت ☙ جز من که رفت عمرم در این امیدواری
همواره دشمنان را خاطر همی نوازی ☙ پیوسته دوستان را ضایع همی گذاری

دور فلک نزاده هرگز چنین حریفی ❖ چشم جهان ندیده هرگز چنین نگاری
تا چند حیرت آخر وقت عزیز خود را ❖ بر بوئیه محالی ضایع همی گذاری
یاری ندیده بردی صدگونه بار محنت ❖ کاری نکرده خوردی صدگونه زخم کاری

❖

نی سری در زیر باری نی دلی در بند یاری ❖ نی بعشقی اشتغالی نی ز عقلی اختیاری
شاغل از شاهد بدی گر از ساقی بدردی ❖ راضی ز یاران بخششی قانع از بستان نجاری
هست ما را یاری اما یار ما را نیست یاری ❖ یاری از یاری چنین گر کس ندید از یار یاری
با جوانی تند چو پیرانه سر افتاد کارم ❖ صید بیجانم فتاده در کمند شهسواری
خوش بود عهد جوانی با جوانی گلعذاری ❖ در کناری مرغزاری وز خلایق بر کناری
گر بدست افتد نگاری خاصه در فصل بهاری ❖ خیز و فرصت دان غنیمت گر زنی دستی بکاری
ای صبا در زلف او گر افتد روزی گذاری ❖ مو بمو امید دارم حال ما را عرضه داری
دست ما و دامن وصلش خیالی بس محال است ❖ یک گل است و هر طرف از عندلیبان صد هزاری
کس کجا دیده است عاشق قرین ماه و حربا ❖ یا ز خورشید و گدائی هم نشین شهریاری
حال ما هرگز ندانند آنکه او هرگز ندیده ❖ تن بزیر تیغ و جان بر دست پیش تیر یاری
سر بسودائی کشندت دل بامید نگهت ❖ چشم بر راهند تا کی در تمنای نگاری
در شمار عشق باز آتش مرا شد کام حاصل ❖ نی غلط گفتم کیم من تا که آیم در شماری
گفت در جرگ غلامان کیست حیرت تا گفتم ❖ بیخودی بی دانشی بیمایه بی اعتباری

شد فصل بهار و میرسد دی ✤ برخیز و بیار جام می هی
این زهر که میخوریم تا چند ✤ این قهر که میبریم تا کی
تا کی غم این که کی شود کار ✤ می گیر که آخر الدوا کی
در نسیه امید نیست هو هو ✤ میکوش بعیش نقد هی هی
از دست مده نشاط و منشین ✤ از پای که غم ستاده در پی
آینده قیاس کن که رفته ✤ مرداد همان که دیده می دی
عمر است که میرود روا رو ✤ در دست که میرسد پیاپی
بس کن ز فسانهای باطل ✤ از رستم زال و حاتم طی
از حاتم طی رفته پیداست ✤ کاین نامه چگونه میشود طی
برگیر بعیش جام باده ✤ بگذار حکایت جم و کی
جهدی که مگر بسر بری عمر ✤ با ساده ترک و باده جی

باب اول تربیت جسمانی

فصل اول جسمانی تربیت کے مقاصد

تعریف اور غرض تربیت جسمانی سے یہ مراد ہے کہ ہمارے تمام اعضا اور قوائے جسمانی اپنا معمولی کام بخوبی انجام دینے کے لایق ہو جائین - اس سے ظاہر ہے کہ اسمین دو غرضین شامل ہین ۔

(۱) جسم مین صحت کا پیدا کرنا اور اوسکو قائم رکھنا -

(۲) جسم کی طاقت اور چستی کو ترقی دینا -

ان دونون غرضون کا حاصل یہ ہے کہ طلبہ عقلی اور اخلاقی تربیت کے لئے تیار اور قابل ہو جائین -

جسمانی تربیت کی ضرورت عقلی اور اخلاقی تربیت کی نسبت جسمانی تربیت کچھہ کم ضروری نہین ہے اگر جسم بیمار یا کمزور ہو تو نہ تو قوائے عقلی کی پوری تربیت ہو سکتی ہے - اور نہ قوائے اخلاقی کی - بیمار اور کمزور آدمی کسی کام پر استقلال کے ساتھہ محنت نہین کر سکتا اور نہ وہ اپنے جذبات پر غالب آ سکتا ہے - اور نہ اپنے فرائض کو ٹھیک ٹھیک انجام دے سکتا ہے - غرض عقلی اور اخلاقی تربیت کی مضبوط بنیاد جسمانی تربیت ہی پر منحصر ہے اس سے جسمانی تربیت کی عظمت صاف ظاہر ہے -

اگرچہ معلم کا جسمانی تربیت سے اتنا تعلق نہیں ہے جتنا عقلی اور اخلاقی تربیت سے تاہم تربیت کے اس قدیم اصول کو کہ "نفس جسم صحیح مین رہتا ہے" - نظر انداز نہین کرنا چاہیئے - چونکہ ہمکو انکے تربیت کرنی مقصود ہے اور انسان جسم اور نفس دو چیزون سے مرکب ہے - اس لئے عقل اور اخلاق کی تربیت کے علاوہ جسمانی تربیت بہی معلم کا فرض ہے اسلئے اسکو ایسے اسباب و وسائل بہم پہچانے چاہئین جن سے طلبہ کی جسمانی صحت بنی رہے -

جسمانی تربیت کیلئے کیا کیا علم درکار ہے

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ جسمانی تربیت بہی معلم کا فرض ہے - اسلئے اسکو اصول حفظان صحت سے کافی واقفیت ہونی چاہئے - تا کہ طلبہ کی صحت کو قائم رکھ سکے - اسکے سوا علم طب بہی کچہہ نہ کچہہ آنا چاہیئے - تا کہ بچون کی بیماریون کو سمجہہ سکے اور ہر ایک طالب علم سے ایسی ورزش کرائے جس سے اُسکے قوتون پر زیادہ زور نہ پڑے - علم فزیالوجی (یعنی جسم انسانی کی ساخت - اعضائے اندرونی و بیرونی کے عمل اور طریق عمل - بالخصوص اعضائے رئیسہ دل دماغ - جگر - نظام اعصاب و شرائین - دوران خون وغیرہ امور سے بہی تہوڑی بہت واقفیت ہونی چاہیئے -

فصل دوم صحت کا قائم رکہنا

ضروریات صحت

صحت کیواسطے مفصلۂ ذیل چیزین ضروری ہین -

ہوا - پانی - غذا - لباس - نیند - ریاضت - انمین سے ہر ایک کے

متعلق ضروری ہدایتیں لکھی جاتی ہین۔

۱۔ **ہوا**۔ ہوا دو بڑے جزون سے مرکب ہے۔ آکسیجن اور نائٹروجن سانس کے ذریعہ سے آکسیجن پھیپھڑون کے اندر جاتی ہے۔ اور جسم کے اندر جو غلیظ مادے ہین اونکے ساتھ ملکر باہر نکلتی ہے۔ اسوقت اسکو کاربانک ایسڈ گیس کہتے ہین یہ ایک قسم کی زہریلی ہوا ہے۔ اور صحت کے لئے بہت مضر ہے۔ اِسلئے سانس لینے کے لئے خالص اور تازہ ہوا کی بڑی ضرورت ہے۔ کثیف اور بدبودار ہوا مین سانس لینے سے بیمار ہوجاتے ہین۔ اور رنگ پیلا پڑجاتا ہے۔ بس مکانون مین تازہ ہوا کی آمدورفت کا کافی انتظام ہونا چاہیے۔ جس مکان مین سیل ہو۔ اُسکی ہوا بھی خراب ہوجاتی ہے۔ ایسا مکان رہنے کے لائق نہین ہے۔ غرض سیل اور غلاظت دونون بیماریون کی جڑ ہین۔ اِنسے بچنا چاہیے۔

۲۔ **پانی**۔ پانی پینے کا ہو خواہ برتنے کا۔ صاف ہونا چاہیے۔ اِسمین کسی قسم کی کثافت ملی ہوئی نہو۔ رنگ۔ بو۔ اور مزہ مین کچھ فرق نہو۔ کثیف پانی پیٹ مین پہنچکر یا جلد سے چھوکر طرح طرح کی خرابیان پیدا کرتا ہے۔ دیہات مین عموماً یہ خراب دستور ہے کہ جن تالابون اور جوہڑون مین لوگ مویشی کو نہلاتے اور پانی پلاتے ہین۔ اُنہی کا پانی آپ بھی استعمال کرتے ہین۔ یہ پانی نہایت مضر صحت ہے۔

اور ہرگز استعمال کے لایق نہین۔

۳- **غذا**- گوشت۔ خون۔ ہڈی۔ رگ پٹھے سب غذا ہی سے بنتے ہین۔ اسلئے غذا کا صحت بخش۔ مقوی۔ اور زود ہضم ہونا نہایت ضروری ہے کہانا بہوک کے موافق کہانا چاہیئے۔ اتنا نہ کہاؤ جس سے دکہہ پاؤ۔ ایک وقت بہت سا کہانا ہاضمہ او صحت کے لئے مضر ہے۔ اسلئے کئی دفعہ تھوڑا تھوڑا کہانا بہتر ہے۔ خاصکر بچون کے لئے۔

۴- **لباس**- لباس موسم کے موافق ہونا چاہیئے جس سے جسم کو آرام ملے سردی مین گرم اور گرمی مین ہلکے کپڑے پہننے چاہئین۔ اسکے علاوہ کافی بہی ہونا چاہیئے۔ یعنی سارا بدن اوس سے ڈہکا رہنا چاہیئے اکثر دیکہا جاتا ہے کہ بعض لڑکے خصوصًا دیہات کے رہنے والے گرمی مین ننگے بدن رہتے ہین اور جاڑے مین صرف ایک چادر اوڑہ لیتے ہین۔ اول تو یہ بات مکروہ اور قابل اعتراض ہے۔ دوسرے اس سے بیمار ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

لباس کا صاف ہونا بھی ضروریات سے ہے۔ ورنہ اسکی غلاظت بذریعہ مسامات جسم کے اندر پہنچکر بیماری کا باعث ہوگی۔ معلم کو ان باتوں کا خیال رکہنا چاہیئے۔

۵- نیند- صحت کے واسطے نیند بہی ضروری ہے۔ اس سے تکان دور ہو جاتی ہے

بدن مین توانائی آتی ہے۔ دوسرے روز کے کام کے واسطے تازہ دم ہوجاتے ہین۔ ہر شخص کو اپنی عادت اور فرصت کے موافق سونا چاہئے۔ اسکی بابت کوئی قاعدہ کلیہ مقرر نہین ہوسکتا۔ مگر اسقدر کہا جاسکتا ہے کہ بچون کو جوانون اور بڈھون کی نسبت زیادہ سونا چاہئے۔ بعض لڑکے تمام رات اور دن کا بہت سا حصہ سونے مین گزار دیتے ہین۔ اور بعض رات کے وقت دیر تک پڑھتے ہین۔ اور دن نکلے تک سوتے رہتے ہین۔ یہ دونون عادتین مضر صحت ہین۔ سویرے سونا اور صبح ہی اٹھنا صحت کیواسطے مفید ہین بقول شخصے۔

راتکو سونا سویرے صبح کو اٹھنا شتاب ✤ صحت و دولت بڑہائی عقل کو دی آب و تاب

۲۔ **ریاضت**۔ یعنی جسمانی ورزش۔ اسکا بیان آگے آتا ہے۔

ریاضت کے فوائد | قدیم زمانے کے لوگ قوی الجثہ اور مضبوط ہوتے تھے۔ آجکل کے بچے ضعیف القوی اور نحیف دیکھنے مین آتے ہین اسکی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ پچھلے زمانہ مین ریاضت جسمانی پر بہت توجہ کرتے تھے۔ ڈنڑ پیلتے تھے۔ مگدر ہلاتے تھے مینگنین لگاتے تھے۔ غرض طرح طرح کی ورزشین کرتے تھے۔ ابتدائے عمر سے گھر کے دہندون مین نہین پہنستے تھے۔ انکو بے فکری اور آزادی زیادہ حاصل تھی۔ برخلاف اسکے اس زمانہ مین طالب علمون کو ریاضت کا شوق نہین۔ بعض تو شروع ہی سے کتاب کے کیڑے بنجاتے ہین۔ اور بعض بالکل آوارہ اور خدائی خوار پھرتے ہین اسکے سوا بچپن ہی سے خانگی ذمہ داریون کا بوجھ انکی گردن پر پڑ جاتا ہے۔ ان باتونکا

لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ انکو جسمانی تربیت حاصل نہیں ہوتی۔ اور عقلی اور اخلاقی تربیت کی بھی بے بہرہ رہتے ہیں۔

اب ہم ریاضت کے چند فائدے مختصراً بیان کرتے ہیں۔

(۱) ریاضت سے بھوک خوب لگتی ہے۔ معدہ زیادہ غذا ہضم کر سکتا ہے جو جزو بدن ہو جاتی ہے۔

(۲) جسم کے رگ و پے خوب پھیلتے اور نشوونما پاتے ہیں جس سے بدن خوبصورت نکل آتا ہے۔ بدن میں چستی اور چالاکی پیدا ہوتی ہے۔ طاقت اور صحت قائم رہتی ہے۔

(۳) پسینہ جسم سے زیادہ خارج ہوتا ہے اور اندرونی کثافتیں پسینے کے ساتھ ساتھ جسم سے باہر نکلتی رہتی ہیں۔

(۴) تنفس جلد جلد ہوتا ہے۔ آکسیجن کی مقدار پھیپھڑوں میں زیادہ پہونچتی ہے اس سے خون خوب صاف ہوتا ہے۔

(۵) طبیعت کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور جب طلبہ مل کر ورزش کرتے ہیں تو انمیں باہمی محبت اور ربط و اتحاد زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ جسمانی ورزش کے فائدے بہت ہیں۔ مگر حد اعتدال سے زیادہ ورزش نہیں کرنی چاہئے۔ ورنہ بجائے فائدے کے الٹا نقصان ہوگا۔

ریاضت کی مختلف قسمیں | ریاضت کیلئے کسقدر سامان تو قدرت نے خود ہی مہیا کر دیا ہے چلنا پھرنا

ہنسنا وغیرہ بہی ایکطرح کی ورزشین ہین اور صحت کے لئے مفید ہین۔ مگر یہ ورزشین
کافی نہین ہین۔ اسلئے ہم یہ بتائینگے کہ طلبہ کو کس قسم کی ورزشین کرانی چاہئین
بہت چہوٹے بچون سے کوئی خاص ورزش نہین کرانی چاہئین۔ اُنکے لئے
معمولی کہیلنا کودنا ہی کافی ہے۔ بڑی عمر کے لڑکون کو مختلف قسم کی ورزشین کرانی
چاہئین۔ مثلاً گیند بلا۔ فٹ بال۔ دوڑنا۔ پہاڑیون یا ٹیلون پر چڑہنا۔ تیرنا
ہاری زنٹل بار۔ اور پیرلل بار کی ورزشین۔ اونچا یا لمبا کودنا۔ رسّا کہینچنا۔ بانس
یا رسّی پر چڑہنا۔ جنگی قواعد وغیرہ۔ دیسی کہیل مثلاً کبڈی۔ جوڑی ہلانا ڈنڑ پیلنا وغیرہ
بہی مفید ورزشین ہین۔ انکے سوا جو لڑکے فہمیدہ اور بڑی عمر کے ہون۔ اُستاد کو
چاہئے کہ انکو ایک دو میل ہوا خوری کے لئے کبہی کبہی اپنے ساتہہ لیجائے
اور رستہ مین مختلف دلچسپ مضامین کا تذکرہ ہوتا رہے۔ اس سے لڑکے
بہت خوش ہونگے۔ اور انکو فائدہ بہی بہت ہوگا۔

استاد کو اس بات کی احتیاط رکہنی چاہئے کہ ورزش مین حد سے زیادہ تکان نہو
ورزش کے بعد سرد ہوا کا بدن کو لگنا یا عین پسینے کی حالت مین پانی پینا بہت
مضر ہے۔ طلبہ کو ورزش کا شوق دلانے کے لئے معلم کو وقتاً فوقتاً خود بہی انکی
ورزشون کو دیکہنا۔ اور انمین شریک ہوکر طلبہ کا دل بڑہانا چاہئے۔ اور اگر کوئی طالب علم کہیل کے
میدان مین جہگڑا فساد کرے تو اُسے روکنا چاہئے۔ سب سے بہتر سزا یہ ہے کہ اسکو کچہہ عرصہ تک
کہیل مین شامل نہونے دیا جائے۔

فصل سوم ۔ مختلف ہدایات بابت صحت طلبہ

صحت طلبہ عام طور پر صحت کے لئے جو چیزین ضروری ہین ۔ انکا بیان پہلے ہوچکا ہے ۔ اب چند ہدایتین جنکا تعلق خاصکر طلبہ کی صحت سے ہے ۔ اور جنکا معلم کو زیادہ تر خیال رکہنا چاہئے ۔ لکہی جائینگی ۔ یہ ہدایتین مفصلۂ ذیل امور کے متعلق ہین

(۱) وقت تعلیم ۔ (۲) طلبہ کی نشست ۔ (۳) کثرت کار ۔ (۴) صفائی کی عادت ۔

(۵) ... طلبہ

وقت تعلیم اس امر کا فیصلہ کہ مدرسہ مین روزمرہ کتنے عرصہ تک تعلیم دینی چاہئے ۔ دو باتون پر منحصر ہے ۔

اول طلبہ کی عمر اور مضامین تعلیم کی ماہیت ۔ یعنی انکا مشکل یا آسان ہونا ۔ اگر تعلیم کے مضامین مشکل ہون تو مدرسہ کا وقت بھی نسبتہ زیادہ ہوگا ۔ اور اگر آسان ہون تو کم وقت دیا جائیگا ۔

دوم مکان مدرسہ کی حیثیت ۔ اگر مدرسہ مین ہوا ۔ روشنی ۔ حرارت وغیرہ کا معقول انتظام ہو تو جماعت زیادہ وقت تک کام کر سکتی ہے ۔ ورنہ بہت دیر تک مدرسہ مین ٹہیرنے سے طلبہ کی صحت مین ضرور فرق پڑجائیگا ۔

طلبہ کی عمر وغیرہ کا لحاظ کرکے پنجاب کے مدارس مین حصہ ابجد خوانان یعنی ابتدائی جماعت کے لئے تعلیم کا وقت ۳ ۱/۲ گہنٹے[1] اور حصہ لوئر کی دوسری اور تیسری جماعتون کیلئے ۴ ۱/۲ گہنٹے

---

[1] ابجد خوان طلبہ کی حاضری مدرسہ تو پانچ ہی گہنٹہ کی ہوتی ہے مگر ڈیڑہ گہنٹہ امتشکی چہٹی دیجاتی ہے اسطرح سوا دو ۲ گہنٹے پڑہتی اور پہلے چار (۳ ۱/۲) گہنٹے کلکم ہوتی ہے ۔ یہ اختیار کہ ہر گہنٹہ مین آخر تسی منٹ کی چہٹی دیجائے خواہ دوسری طرف انتظام کیاجائے ۔ بہرحال سوا گہنٹے کی چہٹی ملجانی چاہئے ۔

قرار دیا گیا ہے۔ حصہ اپر پرائمری کی چوتھی اور پانچوین جماعتون کو ۵ گھنٹے تعلیم ہوتی ہے اور حصہ مڈل کی تینون جماعتون کے لئے تعلیم کا وقت ۶ گھنٹے مقرر ہے۔ البتہ اگر موسم بہت گرم ہو تو ہر ایک گھنٹہ مین سے پانچ سات منٹ کم کرسکتے ہین۔ اسکے سوا ہر جماعت کی ورزش کیواسطے آدھ گھنٹہ روز علیحدہ مقرر ہے۔ تعلیم کا نصف وقت گزرنے کے بعد بیچ مین ۱۵ - ۲۰ منٹ کی چھٹی بہی دیجاتی ہے۔ کیونکہ معلم اور متعلم دونون لگاتار پانچ چھ گھنٹے تک برابر کام نہین کرسکتے۔

طلبہ کی نشست - معلم کو تعلیم کے وقت طلبہ کی نشست کا بہت خیال رکہنا چاہئے اور جس نشست سے طلبہ کی صحت کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو اوسے روکنا چاہئے اکثر لڑکے ٹانگ پر ٹانگ یا زانو پر زانو دہر کر بیٹھتے ہین۔ لکھتے وقت دائین شانہ بائین شانہ سے اونچا رکہتے ہین۔ یا جسم کو آگے کی طرف جہکا دیتے ہین یا سینہ کو ڈسک سے ملا کر ٹانگون کو پیچھے ڈالدیتے ہین۔ یہ تمام نشستین بہت بری ہین جس نشست سے پہیپڑون کے دبنے اور سکڑ جانے کا احتمال ہو۔ بالخصوص ایام طفولیت مین اسکو صحت کے لئے سخت مضر سمجہنا چاہئے۔

بچون کی نشست ہمیشہ باقاعدہ ہونی چاہئے۔ پانون ایک دوسرے کے برابر ہین جسم میز کے متوازی رہے۔ کمر سیدہی رہے۔ کہنیان ایک ہی سطح پر رہین۔ طلبہ بہت دیر ایک ہی طرز پر بیٹھے یا کہڑے نہ رہین خصوصاً جن بچون مین کمر کے لئے سہارا (یعنی پشتہ) نہو۔ اونہین بہت دیر تک بیٹھنے سے تکلیف اور

بے چینی ہوتی ہے۔ اور کمر کے جھک جانے کا اندیشہ ہے۔

کثرت کار طلبہ سے محنت زیادہ لینا اُنکی صحت کو نقصان پہنچاتا ہے ہر عقلی کام میں دماغ صرف ہوتا ہے اسلئے ضرور ہے کہ جو کام معلم مدرسہ میں پورا کرائے یا گھر پر کرنے کے واسطے بتائے۔ اُسمین طلب کی قوت اور استعداد کا لحاظ رکھے اگر اعتدال سے زیادہ کام لیا گیا۔ تو طلبہ کا دماغ ضعیف ہو جائیگا۔ اور اوسکا نتیجہ ہوگا کہ اونکے قوے ہمیشہ کے لئے بیکار ہو جائینگے اور وہ عمر بھر کسی نہ کسی مرض میں مبتلا رہین گے۔

چھوٹے بچون کی تعلیم مین اُستاد کو خاص کر اس بات کا خیال رکھنا لازم ہے بعض نوجوان اور ناتجربہ کار معلم خیال کیا کرتے ہین کہ عقلی کام زیادہ لینے سے قوائی عقلی تیز ہوتے ہین اور جسمانی صحت پر اسکا کچھہ اثر نہین پڑتا۔ یہ بڑی غلطی ہے۔ کیونکہ جسم اور نفس کا ایسا گہرا تعلق ہے کہ ایک سے زیادہ کام لینا دوسرے کے لئے بالضرور مضر پڑتا ہے۔

صفائی کی عادت اس سے پہلے ہوا۔ پانی اور لباس کے بیان مین صفائی کا ذکر اشارۃً آیا ہے۔ یہان اُسپر خصوصیت کے ساتھہ توجہ دلائی جاتی ہے۔

بہت سی جلدی بیماریان صرف صفائی کی غفلت سے پیدا ہوتی ہین۔ خواہ جسمانی صفائی ہو خواہ لباس کی۔

کامل صفائی کے یہ معنی ہین کہ اپنا تمام بدن زبال۔ جلد۔ ہاتھہ۔ پاؤن

ناخن وغیرہ) صاف رکھنے کے علاوہ اپنے لباس۔ مکان۔ کتابوں غرض تمام اسباب و سامان کو بھی صاف رکھا جائے جسم کی صفائی صرف پانی کے استعمال سے ہوسکتی ہے۔ اس لئے حتی المقدور ہر روز احتیاط کے ساتھ نہانا دہونا چاہئے طلبہ کو صفائی کی عادت ڈلوانے کے لئے صفائی کے فائدے اچھی طرح انکو سمجھادینے چاہئیں مثلاً

(۱) صفائی سے صحت قائم رہتی ہے۔ اور غلاظت بیماری کی جڑ ہے۔

(۲) صاف ستھرا رہنے سے نہ صرف اپنا بلکہ اوروں کا دل بھی خوش ہوتا ہے

(۳) صفائی کی بدولت کام کرنے کا شوق خود بخود پیدا ہوتا ہے۔

(۴) مذاق درست ہوتا ہے۔ اور ہر کام کو باقاعدگی کے ساتھ پورا کرنیکی عادت پیدا ہوتی ہے۔

(۵) غلاظت سے طبیعت کو نفرت ہوتی ہے لوگ میلے آدمی کو اپنے پاس بٹھانے کے بھی روادار نہیں ہوتے۔ مگر جب تک معلم خود صفائی کا نمونہ پیش نہ کریگا۔ زبانی تعلیم و تلقین کا اثر بہت ہی کم ہوگا۔ پس معلم کا بذات خود صفائی پسند ہونا نہایت ضروری ہے۔

بیمار طلبہ بیمار طالب علموں کو مدرسہ میں نہیں رکھنا چاہئے اونکو فوراً گھر بھیجدینا چاہئے۔ اور جب تک وہ اچھی طرح تندرست نہوجائیں۔ اسوقت تک انکو دوبارہ مدرسہ میں نہیں آنے دینا چاہئے۔ جو طالب علم اسقدر ضعیف القوی اور نحیف الجثہ ہوں

مدرسہ کی محنت سے اوسکی صحت جسمانی مین خلل پڑنے کا اندیشہ ہو۔ یا کسی مرض متعدی مین مبتلا ہون جس سے مدرسہ کے طلبہ کو نقصان پہنچنے کا احتمال ہو۔ انکو مدرسہ مین داخل نہین کرنا چاہیے۔ اس لئے ضرور ہے کہ معلم کو عام بیماریون اور بالخصوص امراض متعدیہ (بخار۔ کھسرا۔ چیچک۔ خارش۔ کالی کھانسی۔ وغیرہ) کی علامتون سے واقفیت ہو۔

راقم

غلام الحسنین

سائیکلنگ

سائکل کی تاریخ

(نمبر ا)

سائکل کی ابتدا اور اسکی نہایت ہی پہلی شکل وصورت کا دریافت کرنا مشکل معلوم ہوتا ہے مگر عام خیال یہ ہے کہ شاہ چارلس دوم کے عہد سلطنت مین مارکیو آف وسیسٹر نے ایک ایسی گاڑی کا نقشہ تیار کیا تہا جو ہاتہہ کے ذریعے سے چلائی جائے لیکن یہ معلوم نہین کہ آیا اس نقشہ کی گاڑی کبہی بنائی بہی گئی تھی یا نہین - کیونکہ ایسی گاڑی کا کہین پتہ نہین چلتا معلوم ہوتا ہے کہ ملک جرمنی کے الٹڈورف کے ایک گھڑی ساز نے جسکا نام اسٹیفین فارفلر تہا ایک اسی قسم کی گاڑی بنائی تہی - اور یہی وہ پہلی ہاتہہ سے چلنے والی گاڑی ہے جسکا صحیح بیان ہم تک پہنچا ہے - فارفلر کی گاڑی مین پانچ پہیئے تھے اور وہ اسکے بنانے مین کسی حدتک کامیاب بہی ہوا تہا - کیونکہ نیورمبرگ کے کتابخانہ مین اسکے موجد کی اس حالت کی تصویر موجود ہے جبکہ وہ اسکو سڑک پر چلا رہا تہا -

یہ گاڑی گرنیکس[1] کے ذریعہ سے چلائی جاتی تھی جنہین گاڑی کا سوار آپ اپنے ہاتہون

---

[1] گرنیکس ایک چھوٹا سا پہیا یا ٹکڑا ہے جسکو دستے کے ذریعہ سے حرکت دیتے ہین -

حرکت دیتا جاتا تہا - مگر اس گاڑی کے چلانے کا ٹہیک طریقہ ہمین معلوم نہین ہوا - فارفلر ۱۶۸۹ء مین مرا تہا اور یہی وہ پہلا شخص معلوم ہوتا ہے جو ہاتہہ سے چلنے والی گاڑی سوار ہو کر سڑکون پر پہرا کرتا تہا -

۱۷۶۹ء تک برٹش میوزیم لائبریری (انگلستان کے عجائب خانہ اور کتابخانہ) مین اس قسم کی کسی گاڑی کا کوئی حال نہین ملتا ہے - اس سال کے ایک ماہواری رسالہ "یونی ورسل میگزین" بابت ۱۰ اگست مین ایک ایسی گہی کا حال لکہا ہے جو گہوڑے کے بغیر چلتی تہی اور جسکو ایک شخص جان "ویوریس" نامی نے ایجاد کیا تہا جو ریگیٹ مین رہتا تہا - یہی شخص پہلی بائسکل کا موجد سمجہا جاتا ہے - کیونکہ اسکی گاڑی پاؤن کے ذریعہ سے چلائی جاتی تہی اور فارفلر کی گاڑی ہاتہون کی حرکت سے چلتی تہی - جان ویوریس کی گاڑی کی جو تصویرین اس سالہ "یونی ورسل میگزین" مین درج ہین ان کے دیکہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ وکٹوریہ فٹن کی وضع کی ایک چہوٹی سی گاڑی تہی جسمین اسکا موجد بہ آرام تمام بیٹہتا تہا اور اس کا آدمی اسکے پیچہے بیٹہکر پاؤن کی حرکت سے اس گاڑی کو چلاتا تہا

اس کے بعد ۱۷۸۵ء کے اسی ماہواری رسالہ مین اس قسم کی گاڑیون کا ایک اور بیان موجود ہے - یہ بیان اُس گاڑی کا ہے جسکو مسٹر بونی چیپ لنڈن کے رہنے والے نے ایجاد کیا تہا - یونی ورسل میگزین مین اس گاڑی کی نسبت یہ بیان لکہا ہے کہ یہ ایک کرسی نما کاٹہہ کی گاڑی ہے اور کرسی کے پیچہے ہی پیچ لگے ہوئے ہین - جب آدمی اپنے پاؤن کے ذریعہ سے جلدی جلدی ان پیچون کو

حرکت دیتا ہے۔ تو نہایت ہی سرعت کے ساتھہ یہ گاڑی آگے چلنے لگتی ہے۔"
پھر اسی رسالہ کے ڈسمبر کے پرچے مین ایک اور نئی گاڑی کا بیان درج ہے
اور وہ یہ ہے کہ اچھی سڑک پر یہ گاڑی فی گھنٹہ چھہ میل کے حساب سے چلتی ہے اور اگر خدمتگار
یا نوکر اپنے پاؤن کی حرکت پر زیادہ زور دے تو یہ گاڑی فی گھنٹہ نو میل جا سکتی ہے"
اس بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس گاڑی کے چلانے کے لئے بھی ایک
ملازم کی ضرورت پڑتی تھی۔

قوم فرانس سائکل کی ایجاد کو اپنی طرف منسوب کرتی ہے۔ مگر یہ ۱۷۷۹ء کا
واقعہ ہے کہ لوئیس شانزدہم کو خوش کرنے کے لئے ایک فرانسیسی
غبارا اوڑانے والا شخص بلنکارڈ نامی اور ایک جنٹلمین جسکا نام میسوریر تھا
اسی قسم کی ایک گاڑی پر چڑھکر محل سرائے شاہی سے ورسلیز کو آئے تھے پیرس کے
جنرل یعنی علمی رسالہ مین یہ واقعہ درج ہے۔ اور اسی واقعہ کی بنیاد پر فرانس کا یہ دعوے
ہے کہ وہی سائکل کی اصلی موجد ہے۔

بعد ازآن ۱۸۱۶ء تک سائکل کی نسبت کچھہ سنا نہین گیا معلوم ہوتا ہے
کہ اسی سنہ مین ابتدائی بھدی شکل و وضع کی ایک بائی سکل ایجاد ہوئی تھی
اس بائی سکل مین آگے پیچھے دو پہئے تھے اور کاٹھہ کے ڈنڈے پر ایک سیٹ
یا جائے نشست بنی ہوئی تھی۔ پیرس کے باغات لیوزم برگ مین پہلی دفعہ
اس پہون کے گھوڑے کی آزمایش کیگئی تھی اور اگر ہم اسکو پہلی بائسکل کہین تو بجا اور درست ہے

اس واقعہ سے آٹھہ برس بعد ١٨١٦ء مین ایک شخص نے جسکا نام بیرن ڈریس تہا فرانس مین ایک گاڑی کو پیٹنٹ کرایا جو اسی کے بیان کے مطابق بہت بڑی تیزی کے ساتھہ راہ طے کرتی تہی۔ اور اوسکا سوار اسپر بیٹھہ کر پاؤن کی حرکت سے باسانی اسکو چلاتا تہا بعد اس واقعہ کے تین برس بعد وہی بیرن نامی شخص ایک ایسی بائیسکل پر سوار ہوکر جسمین بہ نسبت پہلی بائیسکل کے کئی ترقیان کی گئی تہین ایک گہنٹہ سے کم عرصہ مین مقام منہیم سے سویزنگو دام کو گیا۔ اس راہ کو گہوڑون کی ڈاک چار گہنٹے کے عرصہ مین طے کرتی تھی۔ وہ جرلش بیک سے بیڈن تک اونچی پہاڑی راہ کو جو عموماً دو گہنٹے مین طے کیجاتی تہی ایک گہنٹہ کے عرصہ مین طے کرتا تھا۔

١٨١٩ء مین ڈنیس جانسن نامی ایک کوچ میکر نے جو لانگ ایکر مین رہتا تھا ایک ہوبی ہارس (بچون کے گہوڑے) یا بائیسکل کو انگلستان مین پیٹنٹ کرایا۔ یہی وہ پہلا شخص تہا جسنے بائیسکل کو اول مرتبہ بغرض تجارت تیار کیا تہا پیٹنٹ کو رجسٹری مین اسکی یہ عبارت درج ہے کہ "یہ گاڑی اسکیٹنگ کے اصول پر ایجاد کیگئی۔ اور اوسمین دو پہئے ہین اور ان پر ایک سیٹ بنی ہے۔ یہ دو پہئے آگے پیچھے رکہے گئے ہین تاکہ نہایت ہی تنگ راہ سے بہی یہ گاڑی جا سکے۔ وہ پاؤن کی حرکت سے چلائی جاتی ہے"۔ اس رجسٹری کے بعد اس بائیسکل کے خریدنے کا ایک جوش پیدا ہوگیا۔ اور اسکا رواج تمام انگلستان مین پہیل گیا۔ گو جارج کروک شنک نے اسکی بہدی شکل و صورت کی سخت مبالغہ سے ہجو کی اور لارڈ بینک نے بہی اسکا مضحکہ اوڑایا۔ ان حقارت آمیز

بعضون سے اسکے استعمال کا جنون بہت جلدہی جاتا رہا - مگر اسمین کوئی شک نہین کہ ایک وقت ضرور بائیسکل کے استعمال کا رواج بہت بڑہ گیا تہا - کیونکہ یہ واقعہ قلمبند ہو چکا ہے کہ لندن کے ایک جوتا بنانے والے نے ایک قسم کی بوٹ کی فروخت سے جو بائیسکل کے سوار پہنتے تہے بہت بڑی دولت جمع کی تہی -

رسالہ امپیریل میگزین بابتہ ۱۸۱۹ء مین ایک سائیکل کا بیان درج ہے اس سائیکل کو لورپول کے ایک سرویر یعنی پیمائش کنندہ نے ایجاد کیا تہا اور اسکو تاریخ ۲۰ جنوری ۱۸۱۹ء کو پٹنٹ کرایا تہا - اس سائیکل کا نام برٹش فیسی لیسٹر یا گروالنگ کار تہا اس سائیکل مین ایک "گیور" اور پانچ پہیئے تہے اور ایک خاص بات یہ تہی کہ اس مین دو جلدی پہرنے والے دندانہ دار چہوٹے چہوٹے پہیئے تہے - یہ سائیکل اسی اصول اور طرز پر بنائی گئی تہی - جسکا رواج ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۵ء مین بکثرت ہوا تہا؛ اور اسی زمانہ مین اسی قسم کی چہہ سات سائیکلین پٹنٹ کرائی گئی تہین -

رسالہ نیو یارک جنرل مین ایک ایسی سائیکل کا بیان نہایت ہی تفصیل کے ساتھ درج ہے جو لیڈیون کے چڑہنے کے لئے تیار کیگئی تہی ۱۸۲۰ء مین اول مرتبہ یہ سائیکل بنائی گئی تہی اور اسکو ہوبی ہارس کہتے تہے مگر ۱۸۳۰ء تک اس سائیکل کا رواج بالکل جاتا رہا اور تقریباً اسکا نام بہی لوگون کو بہول گیا تہا - اگرچہ بعد ازان ۱۸۴۲ء مین ایک شاعر ہیویٹ نامی نے اس سائیکل کا ذکر اپنی ایک نظم مین کیا تہا اور لکہا تہا"

کرسٹانک اینک کیسل جو پرسی خاندان کی جائے بود و باش ہے اس قسم کی کئی تصاویر موجود ہیں۔ اور پھر وہی شاعر یہ بھی بیان کرتا ہے کہ میرا ایک ملاقاتی شخص اسی قسم کی ایک سائیکل پر سوار ہوکر لندن سے فالکرک کو گیا تھا جو اسکاٹلینڈ میں واقع ہے۔"

۱۸۳۰ء تک موجودہ وضع کی بائیسکل کا کوئی پتہ نہیں چلتا ہے۔ اس سنہ میں اسکاٹلینڈ کے ایک باشندہ نے جسکا نام کرک پیٹرک میکملن تھا۔ "ہوبی ہارس" نام والی سائیکل میں "کرینک" اور "پیڈل" لگائے تھے۔ تقریباً ایسی بائیسکل کی ایجاد کی عزت گیون ڈال زیل کو دیجاتی ہے جو اس موجودہ بائیسکل کی شکل و وضع کے قریب قریب تھی یہ شخص کین ارک شائر کے ایک مقام لیس ماہیگو نامی میں رہتا تھا۔ گر میک ملن کی بائیسکل کے رواج کے ایک یا دو برس بعد اس شخص نے اپنی بائیسکل میں ترقی کی تھی میرا خیال یہ ہے کہ اس بڑائی سکل کے لیور ون کو دیکھکر جسکا نام "شٹلنیج" تھا اور جو مسٹران سنگرانیڈ کو کے کارخانہ میں تقریباً بیس (۲۰) برس پہلے تیار ہوئی تھی ڈال زیل نے اپنی بائیسکل میں یہ ترقی کی تھی۔ اسکے بعد ایک اور بائیسکل کا بیان ایک خط میں درج ہے جو مکینک میگزین بابتہ ۱۸۳۹ء میں شایع ہوا تھا۔ یہ خط اس سائیکل کے موجد ولیم پیٹرک کا تھا اس سائیکل میں کرینک لگے ہوئے تھے۔ اور جب انہیں ہاتھون سے حرکت دیجاتی تھی۔ تو یہ سائیکل چلتی تھی۔ گر پاؤن کے ذریعہ سے دھوڑی اور پھرائی جاتی تھی۔ اسی خط میں یہ بھی درج تھا کہ اس سے تھوڑے دنون پہلے ایک شخص نے جسکا نام "ریوس" تھا اور جو کیمبرج میں بود و باش رکھتا تھا ایک ہاتھون سے چلنے والی سائیکل کو جلد بحال میں

بنایا تہا جو ایڈنبرا مین برس مین واقع تہا اس بائیسکل کا نام ایلوپوڈیز تہا اور اس مین
کسی قسم کی کوئی جدید بات نہ تہی - کیونکہ مسٹر بیڈسلے لکھتے ہین کہ ۱۸۴۳ء مین
ایک شخص مسٹر میری ویدیر نے اسی قسم کی ایک بائیسکل تیار کی تہی - مسٹر
بیڈسلے نے ان دونون سائیکلون پر ایک نہایت ہی انصافانہ نظر ڈالی ہے اور
بغیر کسی رو و رعایت کے ان کی نکتہ چینی کی ہے - وہ ان دونون سائیکلونکو
کسی عام کام کا نہین بتاتے ہین - اور غالبًا یہ رائے اونکی صحیح ہے - پہر وہ
اپنے ہاتھہ کی بنائی ہوئی سائیکل کی تعریف کرتے ہین اور کہتے ہین کہ پاؤن سے
چلنے والی سائیکلون سے کوئی فائدہ نہوگا - لیکن اب ان کی رائے کا زمانہ نہین رہا
اور اب اس مین بہت کچھہ تبدیلی واقع ہوئی ہے - (باقی آئندہ)

راقم

محب حسین

مدرسہ آصفیہ ملک پیٹھ

یہ مدرسہ ایک نہایت خوش منظر اور بلند مقام آسمان گڑھ کے قریب واقع ہے جہان کی آب و ہوا صحت بخش اور بہت خوشگوار ہے۔ اس مدرسہ مین بورڈنگ ہوس بھی ہے جسکا خاص طور پر انتظام کیا گیا ہے اور علاوہ تعلیم کے لڑکون کی نگرانی پوری پوری کی جاتی ہے۔ تمام حیدرآباد مین یہی ایک ایسا مقام ہے جہان مسلمان بچون کی تعلیم و تربیت کے لئے بورڈنگ ہوس سسٹم پر انتظام کیا گیا ہے اور اسکے لئے ہر قسم کا سامان بھی مہیا کیا گیا ہے فی الحال تعلیم مڈل تک ہوتی ہے گزشتہ سالون کے امتحان کے نتایج دیکھنے سے اسکی تعلیمی حالت معلوم ہو سکتی ہے۔ یہ مدرسہ اپنی تعلیمی حالت مین ہر دفعہ ممتاز رہا ہے۔

بورڈنگ ہوس مین تین درجے ہین جنکے اخراجات حسب تفصیل ذیل ہین

اوّل درجہ	-	عشہ	فیس داخلہ	صہ
دوم درجہ	-	عشہ	"	سے
سوم درجہ		ے	"	عشال

اسمین کھانا - کرایہ مکان - تنخواہ نوکر - حجام - دھوبی - تیل - کرکٹ و فٹبال کی فیس سب آگئی - کھانے کا انتظام بھی بہت اچھا ہے -

مفصل حالات مدرسہ کی پراسپکٹس سے معلوم ہوسکتے ہین - جو ہیڈماسٹر سے مل سکتا ہے

عروج الاسلام

ترجمہ التاریخ الکامل العلامۃ ابن الاثیر الجزری

جسمین ابتدائے خلقت اور انبیاء ابعد اور اقوام عرب و عجم کا اور نبی صلعم وخلفائے راشدین و بنی امیہ و بنی عباس اور نیز تمام روئے زمین کے سلاطین اسلامیہ و اقوام معاصرین کا بیان شلقہ تک کا ایسی شرح وبسط سے لکہا گیا ہو کہ تقریباً پندرہ ہزار صفحون مین یہ کتاب ختم ہوگی۔

ابتک دو جلدین چہپ گئی ہین۔

جلد اول مین ابتدائے آفرنیش عالم و آدمؑ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پیشتر تک کے انبیا اور اونکے معاصر عرب عجم کی قومون اور بادشاہون کا حال درج ہے۔

قیمت فی جلد دو روپئے (عـــہ)

جلد دوم مین حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لیکر تمام انبیا اور سلاطین بنی اسرائیل کا بیان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات تک۔ اور نیز بادشاہان ایران۔ توران۔ یمن مصر۔ بابل یونان و اقوام عرب کا حال درج ہے۔ قیمت فی جلد دو روپئے چار آنی (عہ۴ر)

محصول وغیرہ بذمہ خریدار

المشتہر

عبدالغفور خان رامپوری۔ باغ محی الدین باشاہ حیدرآباد دکن

اردو لٹریچر کی سب سے اعلےٰ کتاب

یعنی

حیات جاوید

سر سید احمد خان بہادر مرحوم و مغفور کی سوانح عمری مولفہ جناب مولانا حالی چھپ کر تیار ہے۔ اردو زبان مین ابتک ایسی بے نظیر کتاب نہین لکھی گئی اردو مین یون تو کئی عمدہ عمدہ سوانح عمریان لکھی گئی ہین لیکن اس کتاب کے دیکھنے سے صحیح طور پر معلوم ہوگا کہ ایک فلسفیانہ اور فاضلانہ سوانح عمری کسے کہتے ہین۔ یہ کتاب انیسوین صدی کا کارنامہ اور مولانا حالی کی بہا تصنیف ہے حجم قریب ایک ہزار صفحے کے ہے اور قیمت بحسب تفاوت کاغذ حسب تفصیل ذیل ہے

قسم اول عہ   قسم دوم صہ

یہ کتابین ہمارے پاس موجود ہین درخواستین فوراً آنی چاہیئین۔